غزہ کی مارکیٹیں سبزیوں کی قلت سے دوچار، قحط کا نیا خطرہ منڈلانے لگا ص:02

ISSN 2977-3555

روزنامہ

صحافت

برمنگھم

باخبر، باثر حقیقتوں کا پیام بر

www.sahafat.in/uk

Birmingham Edition U.K.

Published from Birmingham (U.K.), India-Delhi, Mumbai, Lucknow, Dehradun

Volume No.04, Issue No.111, Sunday, 25 October 2026, 8 Pages

جلد نمبر (۴)، شمارہ نمبر (۱۱۱)، بروز اتوار، ۲۵ راکتوبر، ۲۰۲۶ء، ۱۳ رجمادی الاول، ۱۴۴۸ھ، ۸ صفحات

اسرائیلی قبضہ علاقائی عدم استحکام کی بنیادی وجہ قرار

سعودی عرب، پاکستان، ترکیہ اور مصر کی اپیل، امریکہ، اسرائیل اور ایران مذاکرات کے ذریعے پائیدار تلاش کرنے کے لیے کام کریں

استنبول، (ایجنسیاں): سعودی عرب، ترکیہ، پاکستان اور مصر نے اسرائیلی 'قبضے کو مشرق وسطی اور اس سے باہر عدم استحکام کا بنیادی وجہ' قرار دیا ہے۔ انہوں نے فلسطین میں دوریاستی حل کے فوری نفاذ کے ساتھ ایران، اسرائیل اور امریکہ کی جنگ کو ختم کرنے کیلئے سفارتی کوششوں میں تیزی پر زور دیا۔ ایس پی اے اور عرب نیوز کے مطابق سعودی عرب، پاکستان، ترکیہ اور مصر کے وزرائے خارجہ نے استنبول میں چار رکنی اجلاس کے دوران خطے کی صورتحال پر تبادلہ خیال کیا اور کہا کہ اسرائیلی پالیسیوں نے دنیا بھر میں ناانصافی کے احساس کو مزید گہرا کیا ہے۔ اجلاس کے بعد جاری مشترکہ اعلامیے میں انہوں نے فلسطینی عوام کے حق خودارادیت اور 4 جون 1967 کی سرحدوں کے مطابق آزاد و خودمختار فلسطینی ریاست کے قیام کی حمایت کا اعادہ کیا جس کی راجدھانی القدس ہو۔ بیان میں غزہ میں جاری اسرائیلی کارروائیوں، مقبوضہ مغربی کنارے اور یروشلم میں فلسطینیوں کے خلاف آباد کاروں کے تشدد کی مذمت کی گئی۔ اس کے فوری خاتمے، القدس کی قانونی و تاریخی حیثیت میں تبدیلی کی کوششوں کو روکنے، غزہ میں انسانی امداد کی فوری و بلا تعطل فراہمی اور تعمیر نو کی کوششوں پر زور دیا گیا۔ وزرائے خارجہ نے یمن اور سعودی عرب میں حوثی ملیشیا کی جانب سے ناقابل قبول حد تک کشیدگی بڑھانے، عام شہریوں اور اہم انفرا سٹرکچر پر حملوں، بحیرہ احمر اور باب المندب میں تجارتی جہازوں کو نشانہ

بنانے کی شدید مذمت کی۔ انہوں نے خبردار کیا کہ کمرشل شپنگ میں رکاوٹ گلوبل سپلائی چین، تیل، خوراک اور کھاد کی ترسیل کیلئے خطرہ ہے۔ اسکے اثرات مشرق وسطی سے آگے پوری دنیا پر مرتب ہوتے ہیں۔ وزرائے خارجہ نے ان اقدامات کو مسترد کیا جو جہازرانی میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ آبنائے ہرمز کے ذریعے فوری، محفوظ اور مکمل بحالی کی اہمیت پر زور دیا۔ اعلامیے میں سعودی عرب اور یمنی حکومت کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہوئے حوثی گروپ سے فوری طور پر فوجی کارروائیاں روکنے اور نیک نیتی سے سیاسی عمل شروع کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ انہوں نے امریکہ، اسرائیل اور ایران کے درمیان فوجی تنازع اور آبنائے ہرمز کے گرد کشیدہ صورتحال پر کہا کہ تنازع کو صرف مذاکرات اور سفارتکاری کے ذریعے حل کیا جانا چاہیے۔ شہریوں، سول انفرا سٹرکچر اور بحری جہازوں کو نشانہ بنانے سے روکنے پر زور دیا۔ انہوں نے جون میں واشنگٹن اور تہران کے درمیان طے پانیوالے اسلام آباد میمورنڈم آف انڈر اسٹینڈنگ کی حمایت کا اعادہ کیا اور فریقین پر زور دیا کہ وہ مذاکرات کے ذریعہ ایک پائیدار تلاش کرنے کیلئے کام کریں۔ چاروں وزرائے خارجہ نے علاقائی کشیدگی کم کرنے اور سلامتی کو مضبوط بنانے کی کوششوں کے حوالے سے مشاورت اور قریبی رابطہ جاری رکھنے پر بھی اتفاق کیا۔ اس بات پر بھی زور دیا کہ موجودہ سنگین چیلنجوں کیلئے بین الاقوامی برادری کی جانب سے اجتماعی اقدامات کی ضرورت ہے۔ مشترکہ بیان ایسے وقت سامنے آیا ہے جب سعودی اتحادی فورسیز کی جانب سے یمن پر حملوں کے بعد حوثی گروپ کی جوابی کارروائیوں میں شدت آئی ہے اور ایک وسیع تنازع کے خدشات دوبارہ ابھرنے لگے ہیں۔ یہ خدشات ان اطلاعات کے بعد سامنے آئے ہیں جنکے مطابق امریکی اور اسرائیلی افواج 3 نومبر کو ہونیوالے امریکی وسط مدتی انتخابات کے بعد ایران کی جوہری تنصیبات، توانائی کے بنیادی ڈھانچے اور میزائل صلاحیتوں پر حملہ کر سکتی ہیں۔ اس کے جواب میں ایران کے سینئر سکیورٹی حکام نے بتایا ہے کہ تہران نے امریکہ اور اسرائیل کی جانب سے دوبارہ حملوں کی صورت میں خلیج میں زیر سمندر بچھائی گئی مواصلاتی کیبلز کو نشانہ بنانے کے تفصیلی منصوبے تیار کر لیے ہیں۔

عرب امارات میں تیل کے اخراج کے باعث ام القوین کے تمام ساحل بند

دبئی، (ایجنسیاں): متحدہ عرب امارات (یو اے ای) میں ایک آئل ٹینکر سے تیل کے اخراج کے بعد سمندری پانی آلودہ ہوگیا، جس کے باعث ام

القوین کے تمام ساحل بند کر دیے گئے ہیں۔ الجزیرہ کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ متحدہ عرب امارات نے ایک آئل ٹینکر سے تیل کے اخراج اور سمندری پانی آلودہ ہونے کے بعد ریاست ام القوین کے تمام ساحلوں اور ساحلی علاقوں کو بند کر دیا ہے۔ متحدہ عرب امارات کی وزارت برائے موسمیاتی تبدیلی و ماحولیات نے سوشل میڈیا پلیٹ فارم 'ایکس' پر جاری بیان میں کہا ہے کہ نگرانی کے نظام کے ذریعے ایک آئل ٹینکر سے تیل کے اخراج کا پتا چلا ہے۔ اس آلودگی کے نتیجے میں غیر معمولی بو بھی پھیل گئی ہے، جس کی شکایات شارجہ، عجمان اور ام القوین کے رہائشیوں نے کی ہیں۔ وزارت نے واضح کیا ہے کہ پھیلنے والی بو سے رہائشیوں کی صحت کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔ بیان کے مطابق، تیل کے اخراج پر قابو پانے کے لیے ماہر ٹیموں نے کارروائیاں شروع کر دی ہیں۔ متاثرہ علاقوں کو محدود کر کے تیل کی صفائی کا کام مقامی اور وفاقی حکام کے ساتھ رابطے اور تعاون سے انجام دیا جا رہا ہے۔ وزارت برائے موسمیاتی تبدیلی و ماحولیات نے مزید کہا ہے کہ ساحلی علاقوں کی بندش اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک تکنیکی جائزے مکمل نہیں ہو جاتے اور عوامی تحفظ اور سمندری ماحول کی حفاظت کے لیے ضروری اقدامات کا تعین نہیں کر لیا جاتا۔

'جنگ پسند حکمرانوں کو احتجاج ہائی جیک نہ کرنے دیں'

تہران، (ایجنسی) ایرانی پارلیمنٹ کے اسپیکر محمد باقر قالیباف نے کہا ہے کہ جنگ کے

حامی حکمران عوام کے احتجاج کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مہر خبر رساں ایجنسی کی رپورٹ کے مطابق مسٹر قالیباف نے سوشل میڈیا پر اپنے پیغام میں لکھا کہ دنیا بھر میں جاری عوامی احتجاج کے حوالے سے حکمرانوں کی سازش یہ ہے کہ بدعنوان اور جنگ پسند حکمرانوں کے خلاف عوامی احتجاج کا رخ موڑ کر اسے عوام کے درمیان باہمی تصادم میں تبدیل کر دیا جائے اور پھر خود عوام ہی کو ملامت کا نشانہ بنایا جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اپسٹین کیس کے انکشاف، غزہ میں ہونے والے جرائم، ایران کے خلاف جنگ اور فوجی بدعنوانی پر عوامی ردعمل کا اصل پیغام یہ ہے کہ یہ تمام مسائل دنیا کی طاقت کے اعلیٰ ترین ایوانوں میں موجود ایک ہی دھڑے کی پالیسیوں اور اقدامات کا نتیجہ ہیں۔ قالیباف نے زور دیا کہ عوام کی توجہ اصل مسائل سے ہٹانے کیلئے مصنوعی تنازع کھڑے کیے جا رہے ہیں مثلاً 'تارکین وطن بمقابلہ مقامی آبادی' کا بیانیہ۔ انہوں نے کہا کہ عوام کو موضوع بدلنے کی ان کوششوں کا شکار نہیں ہونا چاہیے اور حکمرانوں کو جواب دہ بنانا چاہیے۔

دوبارہ حملوں کی صورت میں زیر سمندر مواصلاتی کیبلز کو نشانہ بنا سکتا ہے ایران

تہران، (ایجنسیاں): ایران کے دو سینئر سکیورٹی حکام نے خبر رساں ادارے رائٹرز کو بتایا ہے کہ تہران نے امریکہ اور اسرائیل کی جانب سے دوبارہ حملوں کی صورت میں خلیج میں زیر سمندر بچھائی گئی مواصلاتی کیبلز کو نشانہ بنانے کے تفصیلی منصوبے تیار کر لیے ہیں۔ یہ بیان ایرانی حکام کی جانب سے ان انتباہات کے بعد سامنے آیا ہے جن میں کہا گیا تھا کہ واشنگٹن کے ساتھ سفارت کاری ناکام ہونے اور نیا تنازع شروع ہونے کی صورت میں خطے کی زیر سمندر کیبلز بھی ممکنہ اہداف میں شامل ہو سکتی ہیں۔

مسلسل خلاف ورزیاں: غزہ کی پٹی میں قابض دشمن کی فائرنگ سے 6 شہری شہید

غزہ: جنگ بندی معاہدے کی مسلسل اسرائیلی خلاف ورزیوں کے ساتھ ساتھ غزہ کی پٹی کے مختلف علاقوں میں قابض دشمن کی فائرنگ اور بمباری کے نتیجے میں ایک خاتون، ایک دوشیزہ اور ایک بچی سمیت چھ شہری شہید اور متعدد دیگر زخمی ہو گئے۔

ایک مقامی ذریعے نے بتایا کہ غزہ کی پٹی کے وسطی علاقے میں قابض دشمن کی گولی لگنے سے زخمی ہونے والی ایک بچی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئی۔

وسطی پٹی کے علاقے دیر البلح میں شہری ابراہیم امین ابوغرابہ قابض دشمن کی فائرنگ سے شہید ہو گئے۔ ایک مقامی ذریعہ نے بتایا کہ خاتون تغرید محمد کراجہ آج شام خان یونس کیمپ کے الزہراء سکول میں قابض دشمن کی فائرنگ سے شدید زخمی ہونے کے بعد شہید ہو گئیں۔

شمالی پٹی میں بیت لاہیا کے شمال مغرب میں واقع تل الذہب کے علاقے میں قابض افواج کی فائرنگ سے دوشیزہ فاطمہ ابو اللبن شہید ہو گئیں۔ اس کے علاوہ غزہ شہر کے مغرب میں الرمل کے علاقے میں واقع فلسطین سٹیڈیم کے قریب شہریوں کے ایک گروہ کو نشانہ بنانے والی اسرائیلی فضائی کارروائی کے نتیجے میں شہری محمد عنان الرواغ شہید اور تین دیگر زخمی ہو گئے۔ شہری ماہر ولید الحصینی خان یونس شہر کے مغرب میں سابقہ اسرائیلی بمباری میں شدید زخمی ہونے کے بعد زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر گئے۔

شمالی پٹی میں، بیت لاہیا میں قابض افواج کی فائرنگ سے ایک خاتون شدید زخمی ہو گئیں، جب کہ جبالیا کیمپ میں اسرائیلی 'کواڈ کاپٹر' ڈرون طیارے کی فائرنگ سے ایک اور خاتون زخمی ہوئیں۔ غزہ شہر میں، شہر کے مشرق میں الشجاعي※ چوک کے قریب شارع صلاح الدین پر واقع دو آباد مکانات پر قابض دشمن کے ٹینکوں کی جانب سے دو گولے داغے جانے کے نتیجے میں متعدد شہری زخمی ہو گئے اور املاک کو شدید نقصان پہنچا۔

غزہ شہر کے شمال مشرق میں واقع التفاع کے علاقے میں اسرائیلی ٹینکوں کی جانب سے شدید فائرنگ کی گئی، جب کہ قابض افواج نے علاقے کے مشرق میں بارود سے بھرے بکسوں کو دھماکے سے اڑا دیا، اسی اثنا میں اسرائیلی جنگی بحری جہازوں نے شہر کے ساحل کی طرف اندھا دھند فائرنگ کی اور گولہ باری کی بیت لاہیا کے شمالی علاقوں کو توپ خانے کی گولہ باری کا نشانہ بنایا گیا، جب کہ شہر کے مغرب اور مشرق سے ٹینکوں نے گولہ باری اور فائرنگ کی۔

پٹی کے جنوب میں رفح شہر کے مغربی علاقوں کو اسرائیلی توپ خانے نے نشانہ بنایا، جب کہ گولہ باری وسطی پٹی میں خان یونس اور دیر البلح کے شہروں کے درمیان واقع مشرقی علاقوں تک پھیل گئی۔ اسی طرح وسطی گورنری کے شمال مشرق میں وادی غزہ کے پل کے ارد گرد کے علاقے میں قابض اسرائیلی عسکری گاڑیوں کی جانب سے شدید فائرنگ کی گئی۔

یہ تمام تر صورت حال پٹی کے متفرق علاقوں میں فائرنگ، توپ خانے کی بمباری، اور دھماکوں کے ذریعے جنگ بندی معاہدے کی مسلسل اسرائیلی خلاف ورزیوں کا شاخسانہ ہے۔ غزہ میں وزارتِ صحت کے مطابق، معاہدے کی ان اسرائیلی خلاف ورزیوں کے نتیجے میں اب تک 1538 شہری شہید اور 5498 دیگر زخمی ہو چکے ہیں، جن میں سے اکثریت بچوں اور خواتین پر مشتمل ہے۔

ماسکو اور کیف کے درمیان روسی زیر قبضہ علاقے اولیشکی میں جنگ بندی پر اتفاق

واشنگٹن، (ایجنسیاں): روس اور یوکرین نے روس کے زیر قبضہ قصبے اولیشکی میں ایک

مقامی عارضی جنگ بندی پر اتفاق کیا ہے۔ یہ جنگ بندی 27 یا 29 اکتوبر 2026 کو نافذ ہونی ہے۔ یہ معاہدہ امریکی خاتون اول میلانیا ٹرمپ کی کوششوں کے ذریعے کیا گیا تھا اور اسے پوپ لیو XIV کی حمایت حاصل تھی۔ اس جنگ بندی کا مقصد کارروائی کو روکنا ہے تا کہ اولیشکی میں انسانی امداد کی ترسیل، طبی دیکھ بھال، خوراک اور صاف پانی کے ساتھ ساتھ ایک مربوط شہری انخلاء کی اجازت دی جا سکے۔ اولیشکی کی باقی ماندہ آبادی تقریباً 1,700-2,000 افراد پر آ گئی ہے، جو جنگ سے پہلے کی کل 24 ہزار تھی۔ ایک امریکی میڈیا تنظیم زمین پر روسی اور یوکرینی ٹیموں کے ساتھ اور دستاویز کرے گی۔ امریکی حکام نے نوٹ کیا کہ ابوظہبی یا سوئٹزرلینڈ میں اضافی مذاکرات کیے جا سکتے ہیں کیونکہ واشنگٹن جنگ کے خاتمے کے لیے وسیع تر مذاکرات پر زور دے رہا ہے۔

اجتماعی سزاؤں کی پالیسیوں کے تحت قابض اسرائیل نے الخلیل کی کارروائی کرنے والے مجاہد کے گھر کو مسمار کر دیا

غزہ: قابض اسرائیلی فوج نے جمعہ کے روز مقبوضہ مغربی کنارے کے جنوب میں واقع شہر الخلیل کے علاقے فرش ال※وا میں تین اپارٹمنٹس پر مشتمل ایک رہائشی عمارت کو مسمار کر دیا، جو فلسطینیوں کو نشانہ بنانے والی اجتماعی سزاؤں کی ان پالیسیوں کا حصہ ہے جو خاندانوں کو بے گھر کرنے اور انہیں ان کی رہائش گاہوں سے محروم کرنے کی دھمکی دیتی ہیں، جس کے ساتھ ہی شہر کے داخلی راستوں کی ناکہ بندی اور شہریوں اور ان کی گاڑیوں کی نقل و حرکت پر سخت پابندیاں مسلط کر دی گئی ہیں۔

مقامی ذرائع نے اطلاع دی ہے کہ قابض فوج کے بلڈوزروں نے شہری ریاض امریش کی عمارت کو مسمار کرنا شروع کیا، جس میں تین رہائشی اپارٹمنٹس شامل ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا رقبہ تقریباً 200 مربع میٹر ہے، جب کہ اس سے قبل قابض فورسز نے اس کی مسماری کے عمل کو نافذ کرنے کی تمہید کے طور پر مقیم افراد کو گھر خالی کرنے پر مجبور کیا تھا۔

ذرائع نے مزید بتایا کہ قابض فوج نے عمارت کے گردونواح کے علاقے اور اس کے مرکزی داخلی راستے کو بند کر دیا، جو الخلیل شہر کو بائی پاس روڈ سے جوڑنے والا واحد راستہ ہے، جس سے شہر میں شہریوں کی آمد و رفت پر عائد پابندیاں مزید شدید ہو گئیں۔ اسی تناظر میں قابض فوج نے الخلیل کی طرف جانے والے تمام داخلی راستوں اور سڑکوں کو بند کر دیا، اور شہریوں اور ان کی گاڑیوں کو شہر میں داخل ہونے یا اس سے باہر نکلنے سے روک دیا، جبکہ اطراف میں عسکری اقدامات کو انتہائی سخت کر دیا گیا۔ مسماری اور ناکہ بندی کے یہ عملی اقدامات الخلیل میں پیش آنے والے فائرنگ کے واقعے کے بعد سامنے آئے، جس کے نتیجے میں دو اسرائیلی فوجی ہلاک ہو گئے تھے، جس کے بعد قابض حکومت کے عہدیداروں کی طرف سے کارروائی کے مقام کے گردونواح میں فلسطینی تنصیبات اور مکانات کو مسمار کرنے کی دھمکیاں دی گئی تھیں۔

اس واقعے کے پس منظر میں فلسطینی مکانات اور تنصیبات کو نشانہ بنانا ان خدشات کو جنم دیتا ہے کہ اجتماعی سزاؤں پر مشتمل اقدامات کا دائرہ کار وسیع ہو کر ان خاندانوں اور شہریوں تک پھیل جائے گا جن کی کارروائی میں ذمہ داری ثابت نہیں ہوئی ہے، جو ان کی معیشتی مشکلات میں اضافہ کر رہا ہے اور ان کے رہائش و تحفظ کے حق کو خطرے میں ڈال رہا ہے۔ یہ اقدامات قابض حکام کی طرف سے فلسطینیوں کے خلاف اپنائی جانے والی اجتماعی سزاؤں کی پالیسی کے تحت آتے ہیں، جو مکانات کی مسماری، محاصرے کی سختی اور نقل و حرکت پر پابندیوں کے نفاذ کے ذریعے کی جاتی ہے، جس کے باشندوں کی زندگی اور ان کے ذریعہ معاش پر براہ راست اثرات مرتب ہوتے ہیں، اور جبری جلاوطنی کے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔

فلسطینی مہاجر خواتین کی پکار، انروا کی طرف سے خدمات میں کمی کے خلاف لبنان کے مہاجر کیمپوں میں خواتین کی مہم کا آغاز

بیروت: فلسطینی ڈیموکریٹک ویمن آرگنائزیشن 'ندی' نے لبنان کے فلسطینی مہاجر کیمپوں اور آبادیوں میں ایک احتجاجی مہم کا آغاز کیا ہے، تاکہ اقوام متحدہ کی امدادی ایجنسی 'انروا' کی جانب سے صحت، تعلیم، سماجی اور امدادی شعبوں میں کی جانے والی کٹوتیوں کو مسترد کیا جا سکے۔ اس مہم کے ذریعے امداد کے مسلسل بہاؤ کو یقینی بنانے اور مہاجر خواتین، بالخصوص اپنے خاندانوں کی کفالت کرنے والی خواتین، معمر افراد اور معذور افراد کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کا زوردار مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس مہم کو 'فلسطینی مہاجر خواتین کی پکار' کا عنوان دیا گیا تا کہ 'انروا' کو غریب بنانے، جہالت پھیلانے اور کلینکس کو ضروری ادویات و ماہر ڈاکٹروں سے محروم کرنے کی پالیسی روکنے پر مجبور کیا جا سکے' کا عنوان دیا گیا ہے۔ اس کا آغاز شتیلا، برج الشمالی اور بدواوی کیمپوں میں تحریک اور دھرنوں سے ہوا، جس کے بعد یہ عین الحلوہ کیمپ تک پھیل گئی، جبکہ یہ سرگرمیاں دیگر تمام فلسطینی کیمپوں اور آبادیوں میں بھی مسلسل جاری رہیں گی۔

ان احتجاجی مظاہروں میں خواتین کی بڑی تعداد نے شرکت کی، جن کے ساتھ خواتین کی تنظیموں، سماجی و تعلیمی اداروں، این جی اوز، عوامی کمیٹیوں اور فلسطینی دھڑوں کی نمائندہ خواتین بھی شامل تھیں۔ شرکا نے ایسے بینرز اور پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جن پر ایجنسی کی خدمات میں کمی کو مسترد کرنے اور صحت، تعلیم، امداد اور باوقار زندگی پر مہاجرین کے حقوق کے تحفظ کے مطالبات درج تھے۔

شرکا نے اس بات پر زور دیا کہ بے روزگاری، غربت اور گرانی کے بوجھ تلے دبے فلسطینی مہاجرین کی معاشی مشکلات میں خدمات کی کٹوتی سے مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے خواتین اور لڑکیوں، بالخصوص خواتین کی سرپرستی میں چلنے والے خاندانوں، شہدا کے اہل خانہ، معمر افراد، معذور افراد اور مسلسل علاج کے محتاج مریضوں کی مخصوص ضروریات کا خیال رکھنے کی اشد ضرورت کو اجاگر کیا۔

شاتیلا کیمپ میں طبی و امدادی مطالبات

شاتیلا کیمپ میں تنظیم کی جانب سے ایک احتجاجی مظاہرہ منظم کیا گیا تا کہ 'انروا' کی جانب سے خدمات میں مسلسل کٹوتی اور ان بنیادی پروگراموں کی معطلی کو مسترد کیا جا سکے جن پر فلسطینی خاندان اپنی روزمرہ کی ضروریات پوری کرنے کے لیے انحصار کرتے ہیں۔ تنظیم کی جانب سے

ایک یادداشت پیش کرتے ہوئے حنین الزعبی نے کمیوں کے ان اقدامات کا مقابلہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا جو خدمات کے تسلسل اور مہاجرین کے وقار کو خطرے میں ڈالتے ہیں، جبکہ حقِ واپسی پر قائم رہنے اور فلسطینی عوام کے انسانی و سماجی حقوق کا دفاع کرنے کا اعادہ کیا۔

دوسری جانب کیمپ کی عوامی کمیٹی کے سیکرٹری ناجی دوالی نے ایجنسی پر زور دیا کہ وہ مہاجرین کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے، ان خاندانوں کی فائلوں پر نظرِ ثانی کرے جن کی امداد منسوخ کی گئی ہے، اور شدید معاشی ہنگامی حالت سے دوچار گھرانوں کے لیے نقد امداد کا پروگرام دوبارہ بحال کرے۔ ناجی دوالی نے اس بات پر زور دیا کہ فلسطینیوں کا وقار اور ان کے حقوق قابلِ سمجھوتہ نہیں ہیں۔ انہوں نے ان کے مصائب کو محض اعداد و شمار تک محدود کرنے کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ایجنسی کا قیام ہی خدمات کی فراہمی اور مسئلہ حل ہونے و حقِ واپسی کے حصول تک مہاجرین کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے عمل میں لایا گیا تھا۔

اسی سلسلے میں فلسطینی ڈیموکریٹک ویمن آرگنائزیشن 'ند※' کی لبنان میں قیادت کی رکن لینا الصوری نے خبردار کیا کہ خدمات میں کٹوتی کے اثرات خواتین اور بچوں پر انتہائی منفی مرتب ہو رہے ہیں، بالخصوص شاتیلا اور صبرا کیمپوں اور بیروت کی فلسطینی آبادیوں میں جہاں بے روزگاری، غربت اور معاشی بحران عدم تحفظ اور معیشت کی عدم استقامت کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔

انہوں نے نشان دہی کی کہ ان خاندانوں کا بوجھ دوگنا ہو چکا ہے جن کی کفالت خواتین کر رہی ہیں، نیز شہدا کے اہل خانہ، بوسیدہ اور گرنے کے قریب مکانات میں مقیم خاندان، معمر افراد اور دائمی بیماریوں میں مبتلا مریض سخت مشکلات کا شکار ہیں۔ انہوں نے ادویات اور ماہر ڈاکٹروں کی فراہمی اور علاج و ہسپتال تک رسائی کو یقینی بنانے کی ضرورت پر زور دیا۔

صور علاقے کے کیمپوں کے لیے ہنگامی منصوبہ

جنوبی لبنان کے برج الشمالی کیمپ میں 'ندی' کی القیادی رُکن اور کیمپ میں تنظیم کی ذمہ دار ھبہ رحیل نے صور کے علاقے اور اس کے گرد و نواح کے کیمپوں و آبادیوں میں مقیم فلسطینی مہاجرین کے لیے ایک جامع طبی، سماجی اور امدادی ہنگامی منصوبہ ترتیب دینے کا مطالبہ کیا۔

انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ یہ منصوبہ خاندانوں کی ثابت قدمی میں معاون ثابت ہو اور انہیں ان انسانی و معیشتی اثرات کا مقابلہ کرنے میں مدد دے جو فلسطینی کیمپوں اور آبادیوں پر قابض اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں مرتب ہوئے ہیں، جس کے باعث بڑا جانی و مالی نقصان اور نقل مکانی دیکھنے میں آئی ہے۔

یہ مطالبات ایسے وقت میں سامنے آئے ہیں جب فلسطینی خاندانوں کو طبی دیکھ بھال، سماجی و امدادی معاونت کی شدید ضرورت ہے، جس کے باعث بنیادی خدمات کا تسلسل انتہائی حساس طبقے کو مزید معاشی ابتری سے بچانے کے لیے اہم ترین عنصر بن جاتا ہے۔

سماجی بحران کے شدید ہونے کی خبرداریاں

دھرنوں کے دوران کی جانے والی تقاریر میں خبردار کیا گیا کہ "انروا" کی خدمات میں مسلسل کمی مہاجرین کی تکالیف کو مزید بڑھا رہی ہے اور ان پر ایک ایسے مالی بحران کا بوجھ ڈال رہی ہے جس کے وہ خود ذمہ دار نہیں ہیں، جبکہ ایک بڑی تعداد اپنی بنیادی ضروریات کے لیے ایجنسی کے پروگراموں پر ہی انحصار کرتی ہے۔ مظاہرین نے ان منصوبوں کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کو بھی مسترد کر دیا جن کا مقصد ایجنسی کو کمزور کرنا اور اس کے کردار کو نقصان پہنچانا ہے۔ انہوں نے خبردار کیا کہ خدمات میں کمی کا اثر تعلیم، طبی دیکھ بھال اور سماجی تحفظ پر پڑے گا، جس سے خواتین، بچوں اور غریب خاندانوں پر دباؤ مزید بڑھے گا۔

کمپین کے دوران اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ انروا کی خدمات مہاجرین کا حق ہیں، کوئی احسان نہیں، اور مالی بحران کا حل سب سے زیادہ غریب اور محتاج طبقات کی قیمت پر نہیں ہونا چاہیے۔ ایجنسی کے کام اور اس کے بنیادی پروگراموں کے تسلسل کو یقینی بنانے کے لیے پائیدار فنڈنگ فراہم کی جانی چاہیے۔

بدواوی کیمپ میں دارین عقلہ نے خواتین کی تنظیموں اور سماجی اداروں کی کاوشوں کو متحد کرنے پر زور دیا تا کہ خواتین کی ان تحرکات میں شرکت کو بڑھایا جا سکے جن کا مقصد ایجنسی پر دباؤ ڈالنا ہے تا کہ انہیں ضروری طبی، سماجی اور امدادی خدمات کی فراہمی یقینی بنائی جا سکے۔

توقع ہے کہ یہ مہم لبنان کے مختلف فلسطینی کیمپوں اور آبادیوں میں مختلف احتجاجی طریقوں کے ساتھ جاری رہے گی، تا کہ مہاجر خواتین کے مطالبات حکام تک پہنچائے جا سکیں، کٹوتیوں کو روکنے کے لیے دباؤ ڈالا جا سکے، بنیادی خدمات کے تسلسل کو یقینی بنایا جا سکے اور خواتین و لڑکیوں کی مخصوص ضروریات کا مداوا کیا جا سکے۔

یہ تمام تحریکات فلسطینی کیمپوں کے اندر پیدا ہونے والے ان خدشات کی عکاسی کرتے ہیں جو معاشی و سماجی بحرانوں کے تناظر میں ایجنسی کی خدمات میں کمی کے باعث مہاجرین کی روزمرہ زندگی پر مرتب ہو رہے ہیں، جبکہ شرکا نے مہاجرین کے حقوق پر قائم رہنے اور انروا کی جانب سے اپنی ذمہ داریاں مسلسل ادا کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

غزہ کی مارکیٹیں سبزیوں کی قلت سے دوچار، قحط کا نیا خطرہ منڈلانے لگا

غزہ کی پٹی میں مارکیٹوں کے ٹھیلوں سے سبزیاں اور پھل غائب ہیں جس کی بڑی وجہ قابض دشمن کی طرف سے جنگ بندی معاہدے کی مسلسل خلاف ورزی اور اس کے ان دفعات پر عمل نہ کرنا ہے جو گزرگاہیں کھولنے اور پٹی کی ضروریات و امداد کی بلاتعطل فراہمی سے متعلق ہیں۔ دوسری طرف مہنگائی آسمان کو چھونے لگی ہے جس نے بے گھر خاندانوں کی کمر توڑ دی ہے جو اب اپنی بنیادی خوراک کے حصول کے لیے بھی کڑی جدوجہد کر رہے ہیں۔ گزرگاہوں کی بندش کے تسلسل اور سامان کی آمد میں کمی کے باعث ایک بار پھر قحط کے عود کر آنے کے خدشات شدت اختیار کر گئے ہیں۔

پٹی کے جنوب میں واقع خان یونس کی مارکیٹوں میں ٹھیلے کئی اقسام کی سبزیوں سے لگ بھگ خالی نظر آتے ہیں، جب کہ عام شہریوں کو محدود آپشنز اور ان کی خرید و فروخت کی طاقت سے کہیں زیادہ مہنگے داموں کا سامنا ہے۔ یہ منظر نامہ برسوں کی جنگ، نقل مکانی اور محاصرے کے بعد انسانی اور غذائی صورت حال کی انتہائی ابتر حالت کو آشکار کرتا ہے۔

بند گزرگاہیں مارکیٹوں کو نچوڑ رہی ہیں

سبزی فروش منیر الفقعاوی کا کہنا ہے کہ اشیا کی اس گھمبیر قلت کا تعلق گزرگاہوں کی بندش سے ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ جو مقداریں پہلے داخل ہوئی تھیں وہ بھی محدود تھیں اور مارکیٹوں میں آتے ہی فوراً ختم ہو گئیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مارکیٹ تقریباً خالی ہو چکی ہے اور شہری اب اپنی ضرورت کا سامان معمول کے مطابق خریدنے سے قاصر ہیں۔ مالی حالات اجازت دیں تو وہ بعض اشیا کا صرف ایک یا دو دانہ خریدنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ انہوں نے پیاز کی شدید قلت اور اس کی آسمان کو چھوتی قیمتوں کی طرف بھی اشارہ کیا۔ الفقعاوی نے خبردار کیا ہے کہ اگر گزرگاہوں کی بندش کا سلسلہ جاری رہا تو بحران مزید سنگین ہو جائے گا۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ حالات مزید بگڑنے سے پہلے گزرگاہیں دوبارہ کھول دی جائیں گی اور سامان کی بلاتعطل ترسیل کو یقینی بنایا جائے گا۔

دگنی قیمتیں اور سکڑتے دسترخوان

بے گھر افراد کے لیے مصائب کا یہ دور صرف سبزیوں اور پھلوں کی عدم دستیابی تک محدود نہیں ہے، بلکہ دستیاب اشیا کے مہنگے داموں تک پھیلا ہوا ہے۔ اس صورت حال نے جنگ اور آمدن کے ذرائع سے محرومی کا شکار خاندانوں کے لیے روزانہ کی خوراک کا حصول ایک ایسا بوجھ بنا دیا ہے جو روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ خان یونس میں مقیم ایک بے گھر شخص ابو عبداللہ داوود کا کہنا ہے کہ مارکیٹ کے دورے کے دوران وہ قیمتوں میں ہوشربا اضافے پر دنگ رہ گئے۔ انہوں نے وضاحت کی کہ پیاز کا جو کلو پہلے تقریباً 5 شیکلز میں فروخت ہوتا تھا، وہ بڑھ کر 15 شیکل تک جا پہنچا، جب کہ شہریوں کی طرف سے دیکھے گئے مشاہدات کے مطابق اس کی قیمتیں 20 شیکل تک بھی پہنچ گئیں۔ یہ بحران صرف سبزیوں تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ داوود آٹے کے تھیلے کی قیمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ جو تھیلہ پچھلے ہفتے تقریباً 70 شیکل کا تھا وہ اب 150 شیکل کا ہو چکا ہے، اور وہ بھی بڑی مشکل سے ملتا ہے۔ اس صورت حال سے روٹی کے حصول میں ناکامی کے خدشات دوگنے ہو گئے ہیں جو بہت سے خاندانوں کی بنیادی خوراک ہے۔ خان یونس ہی کی ایک اور بے گھر خاتون سلوٰ ب ؒ رکا کہنا ہے کہ مہنگائی نے انہیں بہت سی ضروری اشیا کی خرید سے محروم کر رکھا ہے۔ انہوں نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ پٹی کے باسیوں نے ماضی میں جس قحط کا سامنا کیا تھا، کہیں وہ دوبارہ نہ لوٹ آئے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سیب، کیلے اور آم سمیت پھلوں کی کئی اقسام مارکیٹوں سے ناپید ہو چکی ہیں، جب کہ سبزیوں کی قیمتیں آسمان کو چھو رہی ہیں اور روٹی کا حصول مزید مشکل تر ہو چکا ہے۔ ایسے میں بچوں کے لیے متوازن خوراک فراہم کرنے کی خاندانوں کی صلاحیت روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔

غذائی بحران کی سنگینی سے خبردار کرتے اعداد و شمار

یہ شہادتیں پٹی میں خوراک کے تحفظ سے متعلق تشویشناک بین الاقوامی اشاریوں کے تناظر میں سامنے آئی ہیں۔ غذائی تحفظ سے متعلق مربوط کلاسیفیکیشن کے اس تجزیے کے مطابق جو سنہ 23 جولائی 2026ء کو جاری کیا گیا تھا، گزشتہ ماہ کے وسط اپریل سے لے کر جون کے آخر تک کے عرصے کے دوران غزہ کے 12 لاکھ سے زائد فلسطینی یعنی پٹی کی کل آبادی کا تقریباً 59 فیصد حصہ شدید غذائی عدم تحفظ کے بحران یا اس سے بھی بدتر سطح کا شکار رہا ہے۔ تجزیے نے خبردار کیا ہے کہ سال کے دوسرے نصف حصے کے دوران یہ تعداد بڑھ کر 14 لاکھ افراد سے بھی تجاوز کر سکتی ہے، جو آبادی کا تقریباً 67 فیصد بنتی ہے، جن میں غذائی ایمرجنسی کی سطح پر موجود تقریباً 212 ہزار افراد بھی شامل ہیں۔

اکتوبر کے آغاز میں جاری ہونے والی ایک انسانی رپورٹ میں اقوام متحدہ نے بتایا کہ ستمبر کے پہلے نصف حصے کے دوران کیے گئے طبی معائنوں میں 6 ماہ سے لے کر 5 سال تک کی عمر کے 443,31 بچے شامل تھے، جن میں سے 899 بچے شدید غذائی قلت کا شکار پائے گئے، اور ان میں 99 ایسے بچے بھی شامل ہیں جو اس مرض کی انتہائی خطرناک ترین شکل کا سامنا کر رہے ہیں۔ یہ اشاریے متنوع خوراک کی کمی کے خطرات کو واضح کرتے ہیں، خصوصاً بچوں اور خواتین کے لیے، کیونکہ صرف آٹے کی دستیابی صحت مند نشوونما اور بقا کے لیے ضروری غذائی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ہرگز کافی نہیں ہے۔

مقامی پیداوار آبادی کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر

مارکیٹ میں موجود ایک دکاندار ریاض خلیفہ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ سبزیوں کی مقامی پیداوار آبادی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ناکافی ہے، اگرچہ بینگن اور پارسلے جیسی بعض اشیا کی محدود مقدار اب بھی دستیاب ہے۔

وہ بتاتے ہیں کہ اشیا کی قلت قیمتوں میں اضافے کا سبب بن رہی ہے، جب کہ پروڈیوسر دستیاب مقدار میں سے اپنے گھر والوں کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش میں ہیں، جس کے نتیجے میں خریدار اپنی ضرورت کا سامان خریدنے سے قاصر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح سبزی فروش رمزی اسماعیل کا کہنا ہے کہ ان کے پاس اب جو کچھ باقی بچا ہے وہ مرچ اور بینگن کی محدود مقدار سے زیادہ کچھ نہیں ہے، جب کہ ٹماٹر اور زیتونی کدو جیسی دیگر اقسام مکمل طور پر غائب ہیں۔ اس تمام صورت حال میں قلت کے تسلسل اور قیمتوں میں اضافے کے شدید خدشات پائے جاتے ہیں۔ بین الاقوامی درجہ بندی کے مطابق اکیلی سبزیوں کی یہ قلت خود بخود قحط کے باقاعدہ عود کر آنے کا ثبوت نہیں ہے، لیکن جب یہ مہنگائی، قوت خرید میں کمی اور متنوع خوراک کے حصول میں مشکلات کے ساتھ جڑ جائے تو یہ ایک انتہائی تشویشناک اشاریہ بن جاتا ہے۔

ایسی مارکیٹوں کے درمیان جن کا سامان سکڑ رہا ہے اور ایسے خاندانوں کے درمیان جو محدود خریداری کے ساتھ اپنے خیموں کو لوٹ رہے ہیں، بھوک اور غذائی قلت کا دائرہ کار وسیع ہونے کے خدشات تازہ ہو گئے ہیں۔ بحران کو مزید سنگین ہونے سے روکنے اور غزہ کے باسیوں کو خوراک کے حصول کو بقا کی ایک اور نئی جنگ بن جانے کے بعد اپنا روزمرہ کا رزق کمانے کا موقع فراہم کرنے کے لیے معاہدے پر عمل درآمد کے سلسلے میں قابض دشمن پر دباؤ ڈالنے کے اپنے وعدوں کو نبھانا، گزرگاہوں کو کھولنے کو یقینی بنانا، اور غذائی اشیا و انسانی امداد کی باقاعدہ ترسیل انتہائی ناگزیر ضرورت ہے۔

الخلیل میں فائرنگ سے 2 اسرائیلی فوجی ہلاک، نیتن یاہو کی فلسطینی محلے کو تباہ کرنے کی دھمکی

یروشلم، (ایجنسی): مقبوضہ مغربی کنارے کے شہر الخلیل میں فائرنگ سے دو اسرائیلی فوجی ہلاک اور تین زخمی ہو گئے، جبکہ اسرائیلی فوج نے جوابی کارروائی میں دونوں حملہ آوروں کو بھی ہلاک کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ واقعے کے بعد اسرائیلی وزیر اعظم بن یامین نیتن یاہو نے حملہ آوروں کے آبائی محلے کے خلاف بڑے پیمانے پر کارروائی اور اسے تباہ کرنے کی دھمکی دی ہے۔ اسرائیلی میڈیا کے مطابق فائرنگ کا تبادلہ 20 منٹ سے زائد جاری رہا۔ اسرائیلی میڈیا نے حملہ آوروں کی شناخت محمد جعابہ اور فراس جعابہ کے نام سے بتائی ہے، جن کا تعلق الخلیل سے تھا۔ اسرائیلی فوج کی ابتدائی تحقیقات کے مطابق دونوں مسلح افراد روٹ 35 پر اسرائیلی شہریوں کے خلاف بڑے حملے کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ فوج کا کہنا ہے کہ ہائی وے تک پہنچنے میں ناکامی کے بعد انہوں نے ایک عارضی چیک پوسٹ پر فائرنگ کر دی۔

واقعہ کے بعد نیتن یاہو نے وزیر دفاع کاٹز کے ہمراہ الخلیل کا دورہ کیا۔ اس موقع پر جاری ویڈیو بیان میں انہوں نے کہا کہ اسرائیل حملہ آوروں کے محلے کو تباہ کرنے اور وہاں بڑے پیمانے پر فوجی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ نیتن یاہو کے مطابق مجوزہ کارروائی میں رہائشیوں کو علاقے سے نکالنے، گھر گھر تلاشی لینے، ہتھیار ہٹانے اور ان کے بقول دہشت گردانہ بنیادی ڈھانچے کو تباہ کرنے کے اقدامات شامل ہوں گے۔

سعودی فضائی حدود سے بین الاقوامی ایئر لائنز کا گریز

پروازوں کے راستے تبدیل، بین الاقوامی انتباہات کے بعد بین الاقوامی فضائی کمپنیوں محتاط

واشنگٹن، (ایجنسیاں): امریکی اخبار 'وال اسٹریٹ جرنل' نے سعودی عرب کی فضائی حدود کی سلامتی سے متعلق نئے انتباہات اور یمن کی جانب سے سعودی ہوائی اڈوں کو نشانہ بنانے والی مسلسل فوجی کارروائیوں کے تناظر میں متعدد بین الاقوامی فضائی کمپنیوں کے پروازوں کے راستوں میں تبدیلی کی خبر دی ہے۔ اخبار نے ہوا بازی کی سلامتی کے شعبے میں سرگرم بین الاقوامی ادارے اوپس گروپ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس ادارے نے سعودی عرب کی فضائی حدود کو تمام بلندیوں پر غیر محفوظ قرار دیا ہے۔ اس انتباہ کے بعد بین الاقوامی فضائی کمپنیوں نے اپنے پروازوں کے راستوں پر نظر ثانی شروع کر دی ہے اور سعودی فضائی حدود سے گزرنے والی پروازوں کی تعداد کم کر دی ہے۔ وال اسٹریٹ جرنل کے مطابق یمن کی حالیہ فوجی کارروائیوں نے ان فضائی کمپنیوں کے اندازوں کو تبدیل کر دیا ہے جو اس سے قبل سعودی عرب کی فضائی حدود کو نسبتاً محفوظ گزرگاہ کے طور پر استعمال کرتی تھیں۔ اس صورت حال کے باعث بعض کمپنیوں نے اپنے پروازوں کے راستے وسطی ایشیا اور دیگر علاقوں کی جانب منتقل کر دیے ہیں، جن میں شام کی راجدھانی دمشق کے قریب سے گزرنے والے راستے بھی شامل ہیں۔ اخبار نے مزید بتایا کہ برطانوی فضائی کمپنی برٹش ایئرویز، جو خطے میں امریکی اڈوں پر ایران کے بار بار حملوں کے باوجود سعودی فضائی حدود استعمال کر رہی تھی، اسے بھی یمن کی حالیہ کارروائیوں کے بعد اپنی پروازوں کے راستوں میں تبدیلی کرنا پڑی ہے۔ کمپنی نے ممبئی سے لندن جانے والی اپنی پروازوں کے ایک بڑے حصے کا راستہ وسطی ایشیا کی جانب منتقل کر دیا ہے تاکہ سعودی فضائی حدود سے گزرنے سے بچا جا سکے۔ اسی طرح ہندوستانی فضائی کمپنی نے بھی یورپ جانے والی اپنی پروازوں کے راستے تبدیل کر دیے ہیں۔ اب یہ پروازیں سعودی عرب کے وسطی حصے سے گزرنے کے بجائے اس کی شمالی سرحدوں کے قریب اور شام کی راجدھانی دمشق کے مضافات سے گزرنے والے راستے اختیار کر رہی ہیں۔

فلپائن کی فضائیہ کے جیٹ طیارے ٹریننگ کے دوران گر کر تباہ، 4 پائلٹ ہلاک

منیلا، (ایجنسی) فلپائنی فضائیہ (پی اے ایف) کے 4 پائلٹ اس وقت ہلاک ہو گئے جب فوجی تربیتی پرواز کے دوران دو ایس ایف-260 تربیتی طیارے درمیان فضا میں ٹکرا گئے۔ یہ واقعہ منیلا کے جنوب میں واقع لیپا سٹی، باتانگاس کے فرنینڈو ایئربیس پر پیش آیا۔ دونوں طیارے ایئربیس کے دائرہ کار میں گرے تھے۔ زمین پر کسی شہری کی ہلاکت یا اضافی زخمی ہونے کی اطلاع نہیں ہے۔ دونوں طیارے ایس آئی اے آئی-مرشیٹی ایس ایف-260 لائٹ ٹریز ہوائی جہاز تھے جو بنیادی طور پر فوجی پائلٹوں کو جدید پرواز کی چالوں اور ٹیکٹیکل پلیٹ فارمز کیلئے تیار کرنے کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ حادثے کے بعد پی اے ایف نے درمیانی فضائی تصادم کی وجہ کی مکمل تحقیقات کیلئے ایس ایف-260 طیاروں کے اپنے باقی تمام بیڑے کو گراؤنڈ کر دیا۔

ماسکو اور کیف کے درمیان روسی زیر قبضہ علاقے اولیشکی میں جنگ بندی پر اتفاق

واشنگٹن، (ایجنسیاں): روس اور یوکرین نے روس کے زیر قبضہ قصبے اولیشکی میں ایک

مقامی عارضی جنگ بندی پر اتفاق کیا ہے۔ یہ جنگ بندی 27 یا 29 اکتوبر 2026 کو نافذ ہونی ہے۔ یہ معاہدہ امریکی خاتون اول میلانیا ٹرمپ کی کوششوں کے ذریعے کیا گیا تھا اور اسے پوپ لیو XIV کی حمایت حاصل تھی۔ اس جنگ بندی کا مقصد کارروائی کو روکنا ہے تاکہ اولیشکی میں انسانی امداد کی ترسیل، طبی دیکھ بھال، خوراک اور صاف پانی کے ساتھ ساتھ ایک مربوط شہری انخلاء کی اجازت دی جا سکے۔ اولیشکی کی باقی ماندہ آبادی تقریباً 1,700-2,000 افراد پر آ گئی ہے، جو جنگ سے پہلے کی کل 24 ہزار تھی۔ ایک امریکی میڈیا تنظیم زمین پر روسی اور یوکرینی ٹیموں کے ساتھ اور دستاویز کرے گی۔ امریکی حکام نے نوٹ کیا کہ ابوظہبی یا سوئٹزرلینڈ میں اضافی مذاکرات کیے جا سکتے ہیں کیونکہ واشنگٹن جنگ کے خاتمے کے لیے وسیع تر مذاکرات پر زور دے رہا ہے۔

انہوں نے کہا کہ عوام کو موضوع بدلنے کی ان کوششوں کا شکار نہیں ہونا چاہیے اور حکمرانوں کو جواب دہ بنانا چاہیے۔

دوبارہ حملوں کی صورت میں زیر سمندر مواصلاتی کیبلز کو نشانہ بنا سکتا ہے ایران

تہران، (ایجنسیاں): ایران کے دو سینئر سکیورٹی حکام نے خبر رساں ادارے رائٹرز کو بتایا ہے کہ تہران نے امریکہ اور اسرائیل کی جانب سے دوبارہ حملوں کی صورت میں خلیج میں زیر سمندر بچھائی گئی مواصلاتی کیبلز کو نشانہ بنانے کے تفصیلی منصوبے تیار کر لیے ہیں۔ یہ بیان ایرانی حکام کی جانب سے ان انتباہات کے بعد سامنے آیا ہے جن میں کہا گیا تھا کہ واشنگٹن کے ساتھ سفارت کاری ناکام ہونے اور نیا تنازع شروع ہونے کی صورت میں خطے کی زیر سمندر کیبلز بھی ممکنہ اہداف میں شامل ہو سکتی ہیں۔

فرانس میں احتجاج کی نئی لہر کا خدشہ

صدر میکخواں کی جانب سے مظاہروں پر پابندی کا اعلان، کمپنیاں اور عجائب گھر بند رکھنے کا فیصلہ

پیرس، (ایجنسیاں): فرانس میں مختلف کمپنیاں، ثقافتی تقریبات کے منتظمین اور عجائب گھروں نے ہفتے کے آغاز میں اپنی سرگرمیاں

انجام نہ دینے کا منصوبہ بنایا ہے حالاں کہ حکومت نے مظاہروں پر پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔ صدر ایمانوئل میکخواں ملک بھر میں ایک ہفتے سے جاری احتجاجی مظاہروں کے بعد صورتِ حال کو معمول پر لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ مظاہرے تشدد کی شکل اختیار کر گئے تھے۔ فرانس کی قومی طلبہ یونین (یونیف) نے آج اجتماعات منعقد کرنے کی اپیل کی ہے، جب کہ ییلو ویسٹ تحریک نے اسی ہفتے پیرس کے وسطی علاقے میں احتجاجی مظاہرہ کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے درخواست جمع کرائی ہے، یہ تحریک روایتی اداروں کے خلاف ہے اور سال 2018 میں نمایاں ہوئی تھی۔ یہ پرتشدد احتجاجی مظاہرے گزشتہ ماہ ہائی اسکول کے طلبہ کی جانب سے شروع کیے گئے احتجاج کے بعد شروع ہوئے تھے۔ طلبہ اساتذہ کی کمی اور تعلیمی اداروں کی عمارتوں اور سہولیات کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال کے خلاف احتجاج کر رہے تھے۔ طلبہ یونین نے ای میل کے ذریعے بھیجے گئے ایک بیان میں کہا کہ ایمانوئل میکخواں ہمارے ملک میں احتجاج کرنے کی آزادی کو کچل رہے ہیں اور اُن اقدار کی توہین کر رہے ہیں جن کے دفاع کا وہ دعویٰ کرتے ہیں، حالاں کہ وہ خود اِن پر تھوکتے ہیں۔ فرانس اب بھی گزشتہ کئی برسوں کے بدترین تشدد کے اثرات سے نکلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ گزشتہ ہفتے کے اختتام پر ہونے والے بڑے پیمانے کے مظاہروں کے دوران ہنگامہ آرائی اور لوٹ مار کے واقعات پیش آئے تھے۔ حکام نے پیرس کے بعض علاقوں اور دیگر شہروں میں رات کے وقت کرفیو نافذ کر دیا تھا، جو بعد ازاں کسی بڑے ناخوش گوار واقعے کے بغیر گزر گیا۔ ایمانوئل میکخواں نے بدامنی کا الزام 'اشتعال انگیزی کرنے والے انتہائی بائیں بازو کے گروہوں' پر عائد کیا، تاہم بائیں بازو کی معروف جماعت لا فرانس اَنسومیز نے اس الزام کو مسترد کر دیا۔ صدر نے گزشتہ روز اعلان کیا کہ آنے والے دنوں میں 'غیر قانونی' مظاہروں پر پابندی عائد کر دی جائے گی۔ تاہم انہوں نے کہا کہ ٹریڈ یونینوں کی طرح کے اداروں کے زیر اہتمام مظاہروں کی اجازت ہوگی، البتہ اُن کے طے شدہ راستوں کو تبدیل کر کے اِنہیں متبادل سڑکوں کی طرف موڑا جا سکتا ہے۔ مزدور، طلبہ اور دیگر شہری سرکاری اخراجات میں کٹوتیوں کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ اِن کا مطالبہ ہے کہ اُجرتوں میں اضافہ کیا جائے تاکہ عوام کو روزمرہ اخراجات میں مسلسل اضافے کا مقابلہ کرنے میں مدد مل سکے۔ حکومت کا کہنا ہے کہ وہ عوام کے اِن خدشات کو سمجھتی ہے، لیکن قرض لینے کی بڑھتی ہوئی لاگت کو محدود رکھنے کیلئے سرکاری اخراجات کو قابو میں رکھنا ضروری ہے۔

اردن میں جنازے کے دوران چرچ کے اندر فائرنگ سے 7 افراد ہلاک

مسلمان اکثریتی ملک میں مسیحی برادری کے اہم مرکز میں مسلح افراد کا حملہ، 34 دیگر زخمی

اردن کے جنوبی علاقے میں جمعے کو ایک چرچ میں جنازے کے دوران مسلح افراد کی فائرنگ سے کم سے کم 7 افراد ہلاک جبکہ 34 زخمی ہو گئے۔ فرانسیسی نیوز ایجنسی اے ایف پی کے مطابق سرکاری ٹی وی سے بات کرتے ہوئے سکیورٹی ذرائع نے بتایا کہ یہ حملہ صوبہ کرک میں واقع حمود چرچ میں پیش آیا۔ سرکاری نشریاتی ادارے المملکہ کے مطابق سکیورٹی فورسز نے چرچ کا محاصرہ کر لیا ہے اور حملہ آوروں کی تلاش جاری ہے۔ زخمیوں میں بعض کی حالت تشویشناک بتائی گئی ہے۔ ایک عینی شاہد نے المملکہ کو بتایا کہ مسلح افراد ایک گاڑی میں سوار ہو کر آئے اور تقریباً پانچ منٹ تک مسلسل فائرنگ کرتے رہے جس کے بعد موقع سے فرار ہو گئے۔ عینی شاہد کے مطابق فائرنگ کے وقت چرچ کے اندر اور اطراف میں 150 سے 200 افراد موجود تھے، جبکہ بیشتر متاثرین کی عمریں 50 سے 70 سال کے درمیان تھیں۔ وزیر مملکت برائے حکومتی مواصلات محمد المومنی نے کہا کہ سکیورٹی فورسز واقعے کی تحقیقات کر رہی ہیں۔ کرک مسلمان اکثریتی اردن میں

مسیحی برادری کے ایک اہم مرکز کے طور پر جانا جاتا ہے۔ سکیورٹی کیمروں کی فوٹیج میں وہ لمحہ محفوظ ہو گیا جب مسلح حملہ آوروں نے چرچ کے داخلی دروازے پر حملہ کیا۔ فوٹیج میں دو حملہ آور پستول استعمال کرتے دکھائی دیے، جبکہ تیسرے کے پاس رائفل تھی اور اس نے اپنا سر ڈھانپ رکھا تھا۔ اردن کے شاہ عبداللہ دوم نے عزم ظاہر کیا کہ اس حملے کا 'سخت ترین جواب' دیا جائیگا۔ انہوں نے ایک بیان میں کہا کہ 'جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی گولیوں سے اردنی عوام کو تقسیم کر سکتے ہیں، انہیں ہماری یکجہتی کے سامنے کوئی کامیابی نہیں ملے گی۔ ہر اردنی شہری کی جان قیمتی ہے اور جو بھی ہمارے ملک کو دھمکانے کی جرأت کرے گا، ہم اس کے خلاف آہنی ہاتھوں سے نمٹیں گے۔' حکومت کے ترجمان کے مطابق وزیر اعظم جعفر حسان نے حملے کے ردعمل پر غور کیلئے کرک میں اردن کی سکیورٹی کونسل کے اجلاس کی صدارت کی۔ وزیر داخلہ مازن الفریہ نے کہا کہ اردن کو 'انتہا پسندوں کے ایک گروہ کی جانب سے کیے گئے دہشت گرد حملے' کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ یروشلم کے یونانی آرتھوڈوکس چرچ کے سربراہ تھیوفیلوس سوم نے حملے کو 'انتہائی گھناؤنا اور بزدلانہ فعل' قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ اس حملے سے مسیحیوں اور مسلمانوں کے تعلقات مزید مضبوط ہونگے۔ اردن کی ملکہ رانیا نے فائرنگ کے واقعے کو 'ایک گھناؤنا جرم قرار دیا جس نے ہم سب کو صدمے سے دوچار کر دیا ہے۔

نتن یاہو کی حالت خراب، انتخابی جائزوں میں مخالف اتحاد کو برتری

تل ابیب، (ایجنسی): اسرائیلی ذرائع ابلاغ کے بیشتر حالیہ انتخابی جائزوں میں وزیر اعظم نتن یاہو کے مخالف اتحاد کو آئندہ انتخابات سے قبل

زیادہ نشستیں حاصل کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے، جبکہ نتن یاہو کے قریب سمجھے جانے والے جماعتی ذرائع ابلاغ ان کے اتحاد کی برتری کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ اسرائیلی نشریاتی اداروں کان، چینل 12 اور چینل 13 کے حالیہ انتخابی جائزوں کے نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنیامین نتن یاہو کے مخالف سیاسی اتحاد ایوان میں اکثریتی نشستیں حاصل کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ ان جائزوں کے مطابق گادی آئزن کوٹ کی قیادت میں قائم اتحاد کو 52 سے 56 نشستیں ملنے کا امکان ہے، جبکہ نتن یاہو کے سیاسی اتحاد کو 50 نشستیں ملنے کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ دوسری جانب، اسرائیلی چینل 15، جسے نتن یاہو کی حکومت کے قریب سمجھا جاتا ہے، نے مختلف نتائج پیش کرتے ہوئے لیکود جماعت کو برتری حاصل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

امریکہ کے 84 فیصد نوجوان ٹرمپ سے بدظن، 70 فیصد کی پسند بنے ڈیموکریٹس

امریکہ میں وسط مدتی انتخابات سے پہلے حکمراں ریپبلکن پارٹی کیلئے بڑھ رہا چیلنج

واشنگٹن، (ایجنسیاں): امریکہ کے نوجوان ووٹروں کا رخ صدر ڈونالڈ ٹرمپ اور ان کی ریپبلکن پارٹی سے ہٹ کر ڈیموکریٹک پارٹی کی طرف ہو رہا ہے۔ نیویارک ٹائمز اور سیانا یونیورسٹی کے ایک تازہ سروے کے مطابق 18 سے 29 سال کی عمر کے 70 فیصد ووٹر خود کو ڈیموکریٹس مانتے ہیں یا اس پارٹی کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں۔ 2024 کے صدارتی انتخابات سے پہلے یہ اندازہ 55 تھا۔ یعنی دو سالوں میں 15 فیصد اندازے میں اضافہ درج کیا گیا ہے۔ سروے کے مطابق اب اپنے علاقے میں کانگریس کے انتخابات کیلئے نوجوان ووٹر ڈیموکریٹک امیدوار کو ریپبلکن امیدوار کے مقابلے 44 فیصد زیادہ پسند کر رہے ہیں۔ دو سال پہلے یہ فرق صرف 10 فیصد تھا۔ ٹرمپ کی کارکردگی کے حوالے سے بھی نوجوانوں میں سب سے زیادہ ناراضگی ہے۔ صرف 16 فیصد نوجوان صدر کے طور پر ان کی کارکردگی سے مطمئن نظر آتے ہیں جبکہ 79 فیصد نے عدم اطمینان کا اظہار کیا۔ ایسا نہیں ہے کہ نوجوانوں کے دور ہونے کا اشارہ کسی ایک سروے میں سامنے آ رہا ہے، تمام دیگر سروے بھی یہی بتاتے ہیں کہ 2024 میں ٹرمپ کو ووٹ دینے والے نوجوانوں کے درمیان ٹرمپ کی حمایت میں تیزی سے کمی آئی ہے۔ سی این این کے مطابق ڈیموکریٹس کو نوجوانوں کے درمیان 31 پوائنٹس کی برتری حاصل ہے۔ ییل یوتھ پول کے مطابق 68 نوجوان (18 سے 22 سال) ٹرمپ کی پالیسیوں سے مطمئن نہیں ہیں۔ دریں اثنا 72 فیصد نوجوان (23 سے 29 سال) کو ان کی کارکردگی پسند نہیں آ رہی ہے۔ نوجوانوں کی ناراضگی کی سب سے بڑی وجہ معیشت ہے۔ نیویارک ٹائمز اور سیانا یونیورسٹی کے سروے میں 94 فیصد نوجوانوں نے معاشی صورتحال کو خراب یا اوسط سے کمزور بتایا۔ جبکہ 86 فیصد نے معیشت کو سنبھالنے کے ٹرمپ کے طریقے کو ناپسند کیا۔ دو سال قبل ہونے والے صدارتی انتخابات میں ٹرمپ کو ووٹ دینے والوں میں سے تقریباً دو تہائی اب بھی ان کی حمایت کرتے ہیں لیکن ان کی حمایت ابتدائی 95 فیصد سے کم ہوئی ہے۔ ریپبلکنز کے درمیان ٹرمپ کی منظوری کی درجہ بندی 88 فیصد سے کم ہو کر 74 فیصد رہ گئی ہے۔ اگر کانگریس میں ڈیموکریٹس کو اکثریت حاصل ہو جاتی ہے تو ٹرمپ کو اپنے آخری دو سال کے اقتدار میں بڑے پیمانے پر دفاعی موقف اپنانے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ بجٹ، تحقیقات، تقرریوں کی منظوری اور قانونی رکاوٹوں کا کنٹرول ڈیموکریٹس کے پاس چلا جائے گا۔ ڈیموکریٹک کنٹرول والا ایوان ٹرمپ کی اہم قانون سازی اور بجٹ تجاویز کو روک سکے گا۔ ہاؤس کمیٹیاں ٹرمپ انتظامیہ کی پالیسیوں، اخراجات اور فیصلوں کی تحقیقات شروع کر سکتی ہیں۔ لیکن ٹرمپ مکمل طور پر بے بس نہیں ہو جائیں گے۔ بطور صدر، وہ ویٹو کا استعمال کر سکیں گے اور عدالتی اور انتظامی تقرریاں کر سکیں گے۔ 2028 کی سیاست متاثر ہوگی، شکست سے ریپبلکن پارٹی کے اندر ٹرمپ مخالف یا جانشین کی تلاش کے بارے میں بحث تیز ہو سکتی ہے، جبکہ ڈیموکریٹس کو پالیسی ساز متبادل پیش کرنے کا موقع ملے گا۔

ووٹروں کا رُخ

کیلیفورنیا سے تعلق رکھنے والے 27 سالہ ٹرک ڈرائیور آئزک جواریز نے 2024 میں ٹرمپ کو ووٹ دیا تھا، انہیں امید تھی کہ ٹرمپ کی پالیسیوں سے معیشت میں بہتری آئے گی لیکن اب، پٹرول کی اونچی قیمتوں اور امیگریشن حکام کے تجربات نے ان کا نقطہ نظر بدل دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انہیں اب سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ انہوں نے ٹرمپ کو ووٹ کیوں دیا تھا۔ جارجیا کے ایتھنز شہر میں رہنے والی ایک 21 سالہ میڈیکل اسسٹنٹ کیلن ہچکاک کو ہر ماہ خرچ چلانے میں مشکل ہو رہی ہے۔ وہ 17 ڈالر فی گھنٹہ کماتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ مہنگے مکان، پٹرول کی قیمتیں اور تنخواہ میں مناسب اضافہ نہ ہونا بڑے مسائل ہیں۔ انہوں نے 2024 کے صدارتی انتخابات میں ووٹ نہیں دیا تھا لیکن اب وسط مدتی انتخابات میں ڈیموکریٹک پارٹی کو ووٹ دینے کا ارادہ رکھتی ہیں۔

Sahafat Urdu Daily Birmingham (U.K.) Web Edition, Published by Nagma Amir from Teddington Grove, Perry Barr, Birmingham B 42IRG U.K.
Proprietor and Group Editor: Aman Abbas, Resident Editor: Amir Mehdi, (Responsible for the selection of News) Bureau Chief: Nagma Amir, E-mail: naghmaamir@rediffmail.com, Mobile:+447897386368

شرح نما

میری نظر کا مدعا اس کے سوا کچھ بھی نہیں
اس نے کہا کیا بات ہے میں نے کہا کچھ بھی نہیں
ہر ذہن کو سودا ہوا ہر آنکھ نے کچھ پڑھ لیا
لیکن سرِ قرطاسِ جاں میں نے لکھا کچھ بھی نہیں
دیوارِ شہرِ عصر پر کیا قامتیں چسپا ہوئیں
کوشش تو کچھ میں نے بھی کی لیکن بنا کچھ بھی نہیں
جس سے نہ کہنا تھا کبھی جس سے چھپانا تھا سبھی
سب کچھ اسی سے کہہ دیا مجھ سے کہا کچھ بھی نہیں
چلنا ہے راہِ زیست میں اپنے ہی ساتھ اک عمر تک
کہنے کو ہے اک واقعہ اور واقعہ کچھ بھی نہیں
اب کے بھی اک آندھی چلی اب کے بھی سب کچھ اڑ گیا
اب کے بھی سب باتیں ہوئیں لیکن ہوا کچھ بھی نہیں
دل کو بچانے کے لیے جاں کو سپر کرتے رہے
لوگوں سے آخر کیا کہیں شہپر بچا کچھ بھی نہیں

• شہپر رسول

تجزیہ:

(وجودی فکر کی روشنی میں)

• خالد جاوید

شہپر رسول کی زیرِ مطالعہ غزل ان کی منفرد اسلوبیاتی جہت کی نمایاں مثال ہے۔ ان کی ہر غزل مدھم لہجے اور سرگوشی کی ایک انوکھی کیفیت سے مملو ہوتی ہے۔ جدید غزلیہ شاعری میں یہ ان کا منفرد اسلوب ہے جس کی نشان دہی پہلی ہی قرأت میں کی جاسکتی ہے لیکن یہ غزل ان کے اپنے خاص اسلوب اور لہجے کے علاوہ بھی ایک نئے مگر افسردہ رنگ سے بھیگی ہوئی ہے۔ وجود' کے ہونے اور اسے شدت سے محسوس کرنے کے باعث فلسفے کی دنیا میں جس نئے مابعدالطبیعات مسئلے نے جنم لیا اور پرانی مابعدالطبیعات (Metaphysics) کو رد کیا، وہ مسئلہ اس غزل کے تقریباً ہر شعر کا خاصہ ہے اور اس طرح یہ غزل جدید ترین حسیت کی آئینہ دار بن جاتی ہے۔

غزل کے پہلے شعر میں بظاہر ایک معمولی سی عشقیہ واردات کا بیان ہے مگر شعر کے آخر میں" کچھ بھی نہیں" کا ٹکڑا اچانک شعر کو ایک نئے اور قطعاً مختلف معنیاتی اُفق پر پہنچا دیتا ہے۔ یہ محض عاشق کی معشوق سے حیلہ سازی نہیں ہے بلکہ عشق میں تصورِ فنا' کی طرف ایک سراغ ہے۔ فنا کا یہ تصور سارتر کے لامذہبی وجودی فلسفے میں Nothingness کا روپ اختیار کر لیتا ہے اسے لغویت یا لایعنیت بھی کہہ سکتے ہیں کیوں کہ تمام اشیا کا وجود اور خود انسان کا وجود بھی کچھ اس قسم کی صورتِ حال میں گرفتار ہے کہ اس کی کوئی بھی توضیح اور توجیہ ممکن نہیں۔ اس اعتبار سے دیکھیں تو عشق جو ذاتِ انسانی کا نمایاں ترین وصف یا مظہر ہے وہ بھی آخر میں اس لایعنیت (Nothingness) میں تبدیل ہو کر اپنے مرکزی جوہر سے جدا ہوجاتا ہے اور یوں خود اپنے انہدام کا باعث بن جاتا ہے۔ اس طرح یہ شعر ایک ساتھ معنیٰ کی دو پرتوں سے تشکیل ہوتا ہے۔ ایک تو تصوف کی رسمی یا روایتی مضمون آفرینی کے سبب اور دوسری طرف وجودیت کے گہرے فلسفے کی آمیزش کے سبب۔ " کچھ بھی نہیں " مشہور وجودی فلسفی سارتر کی Nothingness کے مفہوم کا اس عمدگی کے ساتھ احاطہ کر لیتا ہے کہ قاری حیرت زدہ رہ جائے۔ اس غزل میں سارا کمال" کچھ بھی نہیں" کی شعری معجزہ بیانی نے کر کے دکھایا ہے۔

غزل کے دوسرے شعر کا پہلا مصرع جسم کے اعصابی ردِعمل سے تعبیر ہے۔ ذہن کو سودا ہونا اور آنکھ کا کچھ پڑھ لینا ایک قسم کا علمیاتی Epistimological مظہر ہے جس میں حواس و اعصاب کی کارکردگی اور کچھ جان لینے کا مفہوم پوشیدہ ہے۔ واضح رہے کہ ذہن کو سودا' ہونے کے علمیاتی پہلو سے انکار ممکن نہیں۔ مگر شعر کا دوسرا مصرع پہلے مصرعے کی توسیع اتنے انوکھے انداز میں کرتا ہے کہ بے اختیار شاعر کی قادرالکلامی کی داد دینا پڑتی ہے کیوں کہ یہ توسیع پہلے مسرعے کے بیان پر ایک گہرے طنز سے مملو ہے جو بصیرت وآ گہی کا ایک نیا در ہم پر وا کرتا ہے۔ دوسرے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ اس نے کاغذ پر کچھ بھی نہیں' لکھا۔ یہاں لکھنا' سے مراد اپنے وجود کے دستخط ہیں، جو بنیادی طور پر اسی Nothingness سے رنگے ہوئے ہیں جس کا ذکر پہلے شعر میں کیا گیا تھا، شاعر نے یہاں" جسم "اور" وجود " کے فرق کو بڑی عرق ریزی کے ساتھ بیان کرتے ہوئے جسمانی کیفیت کی سطحیت اور بے معنویت کو اجاگر کردیا ہے۔

تیسرا شعر موجودہ کائنات میں انسانی وجود کی بے معنیٰ صورتِ حال کی جانب لطیف پیرائے میں اشارہ ہے۔ دنیا میں انسان کچھ اس طرح پھینکا گیا ہے کہ اس کی خود ساختہ شخصیت اس کے اصل وجود (Becoming) سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی۔ سارتر کے موجب وجودیت کا مفہوم Being سے نہ ہوکر Becoming سے ہے کیوں کہ وجود وہ ہے جو وہ ابھی نہیں ہوا ہے یعنی انسان کا وجود اس کے جوہر سے مقدم ہے۔" دیوارِ شہرِ عصر" یعنی کائنات پر انسان کی قامتوں کا چسپاں ہونا انسان کے" جوہر" کی اہمیت کی طرف بلیغ اشارہ ہے مگر دوسرے مصرعے میں اس کی ذات یعنی" میں "اس صورتِ حال کی لایعنیت کو محسوس کرتا ہے اور اس طرح شعر میں ایک موجودی کیفیت کا بھرپور احساس ہوتا ہے۔

زیرِ بحث غزل کا چوتھا شعر ایک بار پھر ہمارے سانے رسمی سے عشقیہ مضمون کا التباس پیش کرتا ہے مگر دراصل یہ پھر اسی وجودی انسانی صورتِ حال کی لغویت Nothingness کو قدرے بدلے ہوئے انداز میں بیان کررہا ہے جس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے، انسان کا اپنا وجود ہمیشہ دوسری اشیا یا دوسروں کے وجود سے ٹکراتا رہتا ہے۔ اشیا کو بقول سارتر Things in itself کہا گیا ہے۔ جب کہ انسانی وجود Being for ifself ہے۔ انسانی وجود کی سب سے بڑی خامی یہی ہے کہ وہ شعور کے ذریعے اپنے وجود کے تمام امکانات کو جان لینا چاہتا ہے یا ان کا ادراک حاصل کر لینا چاہتا ہے مگر یہ خاصیت تو بے جان اشیا کی ہے کیوں کہ اشیا وہی ہیں جو وہ ہوسکتی ہیں۔ اشیا کے تمام ممکنات سب پرعیاں ہیں۔ اس کے برخلاف" انسانی وجود" تو وہ ہے جو وہ ابھی نہیں ہوا ہے اور جس کو اپنے تمام ممکنات کے ساتھ جان لینا ناممکن ہے لہٰذا پہلے مصرعے میں ان اشیائے کائنات یا ان اشخاص کے بارے میں بلیغ انداز میں اشارہ ملتا ہے جو وجود اور وجود کے شعور سے یکسر خالی ہیں۔ جن کے ساتھ اسرارِ ذات کے حوالے سے کوئی مکالمہ ممکن نہیں یا وہ اس کے لائق نہیں کیونکہ وہ وہی ہیں جو وہ ہوسکتے ہیں۔ ان کے ہونے کے امکانات (Becoming) ناپید ہیں مگر انسان کا وجود انہیں کی مانند بننا چاہتا ہے اور اس مقام پر اس کی تعمیر میں مضمر خرابی آشکار ہوجاتی ہے۔ دوسرے مصرعے میں" مجھ سے کہا کچھ بھی نہیں" اسی خرابی کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے طرف انسان کے وجود کے اس لایعنی پن کا بھی اظہار کرتا ہے جو شعورِ ذات کا ناگزیر جزو ہے۔

غزل کا پانچواں شعر بھی اس انسانی وجودی صورتِ حال کا ناقابلِ تردید ثبوت فراہم کرتا ہے۔ انسان کو اس زبردستی کی منڈھی ہوئی دنیا میں اپنے ہونے کا شعور ہے اور اس شعور کے ساتھ ساتھ اسے یہ شعور بھی ہے کہ اسے "اپنے ہونے کے شعور " Consciousness of Being کا بھی شعور ہے۔ گویا شعور کی ڈھلان پر وہ لگاتار پھسلتا جاتا ہے مگر المیہ یہ ہے کہ اس کا وجود شعور سے پہلے اور مقدم ہے۔ یہ امر ڈیکارٹ کے نظریے کے برخلاف ہے جس کے مطابق شعور ہی انسانی وجود کا ثبوت ہے لہٰذا شاعر اپنے بہترین شعری اسلوب میں صاف طور پر اپنے ان محسوسات کا اظہار کرتا ہے کہ زندگی کی راہ میں اسے ناگزیر طور پر صرف اپنے ہی ساتھ چلنا ہے اگرچہ اسے اوپری سطح پر ایک ٹھوس واقعے کی صورت میں دیکھا جاسکتا ہے جب کہ حقیقت بے حد نازک اور تجریدی نوعیت کی ہے کیوں کہ شعور کی ڈھلان پر چلتے جانا کبھی بھی واقعے کے زمرے میں نہیں آسکتا۔

چھٹا شعر اس کائنات کی ماہیت میں رواں دواں لایعنیت (Nothingness) کو غزل کے داخلی آہنگ کو برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ بڑی فنی چابکدستی کے ساتھ آشکار کرتا ہے۔ آندھیاں، طوفان، سیاسی سازشیں اور ریشہ دوانیاں سب اسی دنیا کی لغویت مُس اپنے علت و معلول کے رشتے سے جدا ہوچکی ہیں۔ علت و معلول محض ایک دھوکا یا ایک سراب ہے بنیادی طور پر ہوتا کچھ بھی نہیں ہے۔ کیوں کہ انسان اپنے ہونے کے جہنم میں قید ہے۔ انسان اپنے شعور کے ذریعے اس عالمِ فطرت کا نظارہ کرتا ہے اور اس کی اشیا کی تہوں تک پہنچ کر اسے بہت واضح طور پر ان کی لغویت Nothingness کا ادراک ہوجاتا ہے۔ یہ صورتِ حال محض ایک ملال کی کیفیت ہے۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔

غزل کا آخری شعر اس پوری وجوی صورتِ حال کو آخر ایک ادھورے انجام تک پہنچا دیتا ہے۔ سارے کے)اور دوسرے وجودی مفکرین کے) مطابق بھی" کچھ نہیں " (Nothingness) کا یہ ادراک انسان کو اس کے وجود کی بے کراں وسعتوں کا علم فراہم کرتا ہے۔ اپنے وجود کی اس بے کراں اور لامتناہی وسعت کا بوجھ اس کا دل برداشت نہیں کرپاتا۔ وہ ایک دہشت اور وحشت کا شکار ہوجاتا ہے۔ اسے ہی Fear اور Anquish کہا گیا ہے۔ مگر اپنے وجود کو معتبر بنانے کے لیے یہ دہشت لازم ہے۔ اس دہشت سے فرار حاصل کرنے کا مطلب انسان کا ایک غیر معتبر وجود میں تبدیل ہوجانا ہے اور دنیا کی عام روش یا بھیڑ چال کو اختیار کرلیا ہے۔ وجودی طرزِ فکر میں" موت" کو بھی مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ موت ہر شے کی" نفی" ہے اور یہ "نفی (Negation)" ہی اصل معنیٰ میں Nothingness ہے۔ انسان کو اپنے وجود کی وسعتوں میں انتخاب Choise کی بھی مکمل آزادی ہے۔ وہ انتخاب کرنے پر مجبور بھی ہے، یہاں تک کہ اگر وہ اپنے وجود کے شعور سے آزاد ہونے کے لیے اور مایوسی اور دہشت سے نجات حاصل کرنے کے لیے، خودکشی یعنی موت کا بھی سہارا لیتا ہے تو یہ بھی محض اس کا ایک انتخاب (Choise) ہے۔ موت کے ذریعے وہ پھر ایک بار خود کو ایک شے (Thing in itself) میں بدل دیتا ہے۔ اپنے ہی ایک غلط انتخاب کے ذریعے وہ غیر معتبر وجود میں تبدیل ہوجاتا ہے کیوں کہ جیسا پہلے عرض کیا گیا ہے کہ" شئے "صرف وہ ہے جو اپنے تمام امکانات ختم کرچکی ہے۔ وہ وہی ہے جو وہ ہے جب کہ وجود (Existence) "وہ ہے" جو وہ ابھی نہیں ہوا ہے اور جس میں لاتعداد امکانات پنہاں ہے۔

شاعر نے اس آخری شعر میں دل پر چھائی ہوئی اس دہشت کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے بچنے کے لیے وہ اپنی جان تک دیتا رہا ہے مگر اس کا نتیجہ بالکل صاف ہے کہ اس طرح بھی اس Nothingness سے نجات نہیں حاصل کرسکا کیوں کہ موت کو گلے لگانے کے بعد اس کے وجود کی مکمل نفی ہوجاتی ہے۔

شہپر رسول کی یہ غزل ہر قسم کی مرصع سازی سے یکسر پاک ہے بلکہ اس کو سہلِ ممتنع کی بہترین مثال کہنا چاہیے نیز یہ کہ ایک قسم کی داخلی خود کلامی کی کیفیت اس کی تاثیر میں زبردست اضافہ کردیتی ہے۔ کسی بھی اعلیٰ تخلیق میں معنیٰ کی بہت سی جہتیں پوشیدہ رہتی ہیں۔ یہ جہتیں کبھی کبھی ایک دوسرے کی نفی بھی کرتی ہیں۔ یہی متن کی زرخیزی ہے۔ جہاں مٹی زرخیز ہوتی ہے وہاں سب کچھ ایک ساتھ پایا جاتا ہے۔ کھیت اور فصلیں بھی اور جنگلی گھاس اور حشرات الارض بھی۔ کائنات کی کلیت (Totality) میں یہ سب ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ ان میں ایک دوسرے کی نفی یا تضاد کا پہلو نہیں ہوتا مگر ان کو لوگ الگ دیکھنے پر، اوپری سطح سے تضاد کے پہلو بھی نمایاں ہونے کے التباسات پیش کرتے ہیں۔

المیہ یہ ہے کہ کسی بھی ادبی فن پارے کا تجزیہ کرتے وقت ہم اس کی Totality یعنی کلیت کو گرفت میں لینے میں ناکام رہتے ہیں کیوں تخلیقی شہہ پارے کا مکمل طور پر معروضی تجزیہ کبھی پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اب تو یہ بھی ثابت ہوچکا ہے کہ سائنس کی تجربہ گاہ میں بھی کسی کیمیائی جزیا سالمے کا مکمل طور پر تجزیہ نہیں کیا جاسکتا۔ گذشتہ چند برسوں میں Matter سے Anti Matter تک کا سفر اور Black Hole کا نظریہ اس امر کی دلیل ہے مگر سرِ دست یہاں اس تفصیل میں جانے کا موقع نہیں۔ اس لیے میں یہ قبول کرتا ہوں کہ اس غزل کا ایک دوسرا اور مختلف تجزیہ بھی ممکن ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ کس کے پاس کون سی خوردبین ہے۔

غزل کا ہر شعر ایک اکائی ہوتا ہے مگر اس غزل میں ارتقائے خیال بڑے منظم اور مبسوط طریقے سے سامنے آتا ہے۔ یہ ارتقائے خیال شاعر کے روحانی تجربے کی گہرائی سے ابھرا ہے۔ شاعر نے اپنے روحانی اور وجودی تجربے کو کمالِ نزاکت کے ساتھ محض تجریدی ہونے سے بچالیا ہے اور اسے اس طرح پیش کیا ہے جیسے وہ کوئی عمومی صداقت ہو۔ یہی شاعرانہ کرشمہ سازی ہے۔

شہپر رسول جدید غزل کا معتبر نام ہے اور ان کی یہ غزل ان کے" معتبر وجود" یعنی "ان کے شعور" کا ایک معتبر دستخط۔

☆☆☆

دو شاعر ایک زمین

غزل

• ڈاکٹر رضیہ اسماعیل

کس طرف آنکھ اُٹھاؤں، میں کہاں تک دیکھوں
تو ہی آتا ہے نظر مجھ کو جہاں تک دیکھوں
دور تک بکھرے ہوئے پھول ہیں اور پتے ہیں
میں بہاروں کا سماں عہدِ خزاں تک دیکھوں
تجھ کو شعلے بھی نظر آئے نہ میرے دل کے
میں تو کھلتے ہوئے پھولوں کا دھواں تک دیکھوں
کتنے پہلو ہیں ترے، کتنے ترے چہرے ہیں
تُو مجھے یہ تو بتا تجھ کو کہاں تک دیکھوں
جو نہ ممکن تھا وہ ممکن کی حدوں تک دیکھا
میں ترا عکس تہِ آبِ رواں تک دیکھوں
تیرے دیدار کے آداب کی سوگندھ مجھے
تجھے دیکھوں بھی تو قدموں کے نِشاں تک دیکھوں

☆☆☆

غزل

• احمد ندیم قاسمی

تجھے کھو کر بھی تجھے پاؤں جہاں تک دیکھوں
حسنِ یزداں سے تجھے حسنِ بتاں تک دیکھوں
تو نے یوں دیکھا ہے جیسے کبھی دیکھا ہی نہ تھا
میں تو دل میں ترے قدموں کے نشاں تک دیکھوں
صرف اس شوق میں پوچھی ہیں ہزاروں باتیں
میں ترا حسن ترے حسنِ بیاں تک دیکھوں
میرے ویرانۂ جاں میں تری یادوں کے طفیل
پھول کھلتے نظر آتے ہیں جہاں تک دیکھوں
وقت نے ذہن میں دھندلا دیئے تیرے خد و خال
یوں تو میں ٹوٹتے تاروں کا دھواں تک دیکھوں
دل گیا تھا تو یہ آنکھیں بھی کوئی لے جاتا
میں فقط ایک ہی تصویر کہاں تک دیکھوں
اک حقیقت سہی فردوس میں حوروں کا وجود
حسنِ انساں سے نمٹ لوں تو وہاں تک دیکھوں

رضیہ اسماعیل کی... ولایتِ گم گشتہ

• یعقوب نظامی، بریڈفورڈ، برطانیہ

خواجہ میر درد کا دعویٰ ہے کہ......

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل نے اپنا دامن نچوڑا تو اُس میں سے ُولایتِ گم گشتہ' برآمد ہوئی۔ یہ ان کی داستانِ حیات ہے۔ ہیرے موتیوں سے بھرا اپنا علمی خزانہ جوان کی پچاس سالہ زندگی کا متاعِ حیات ہے کو اپنے ہاتھوں سے کتاب کے ٹائٹل میں سمو دیا۔ کتاب جمیل ہاؤس آف پبلیکیشنز راولپنڈی نے شائع کی ہے۔

میں ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کو تب سے جانتا ہوں جب ہم دونوں "مکتبہ محمود ہاشمی" سے فیض یاب ہوتے تھے۔ اس طرح ہم دونوں ہم مکتب ہیں۔ ڈاکٹر رضیہ دراز قد، باوقار شخصیت، اللہ تعالیٰ نے حسن کی دولت کے ساتھ ساتھ قد و قامت پنجاب کی ہیر جیسا عطا کیا۔ باکردار ہیں۔ شخصیت میں اپنائیت لیکن ساتھ اس قدر دبدبہ ہے کہ آنکھ ملانا تو دور کی بات ان کے سامنے بڑے بڑوں کی بولتی بند ہوجاتی ہے۔

ڈاکٹر رضیہ......صاحبِ مطالعہ، صاحبِ رائے، علم دوست اور اساتذہ کی قدر دان ہیں۔ ان کی داستانِ حیات چار حصوں......ولایت گم گشتہ، آ گہی در آ گہی، دہلیز پہ بیٹھے لمحے اور اسفارِ ماہ و سال میں تقسیم ہے۔ یوں ان کی زندگی کے مختلف ادوار ترتیب کے ساتھ جوں جوں زندگی کی کہانی آگے بڑھتی ہے قارئین اسی دور میں رہتے ہوئے اسے پڑھتا اور لطف اٹھاتا ہے۔ حصہ اول میں برطانیہ کی پہلی جھلک کے بارے میں لکھتی ہیں کہ......

"یہ وہ ولایت تو ہرگز نہیں لگ رہی تھی جو میرے تصورات میں رچی بسی ہوئی تھی۔ لگتا تھا ولایت والے یقیناً مبالغہ آرائی سے کام لیتے رہے ہوں گے۔ پاکستان کے برعکس ایک ہی وضع کے قطار اندر قطار چھوٹے بڑے مکان جیسے مرغیوں کے ڈربے ہوں...... گھروں کے اندر باتھ روم نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ ٹائلٹ بھی گھر سے باہر صحن میں ہوا کرتی تھی۔ لوگ پبلک باتھ یعنی عوامی حماموں میں جا کر نہایا کرتے تھے۔"

ولایت کا یہ منظر نامہ دیکھ کر رضیہ پاکستان کو یاد کر کے گنگناتی ہیں۔

اچیاں لمیاں ٹاہلیاں تے وچ گجری دی پینگ وے ماہیا بانیا

زندگی کا سفر چلتا رہا......ڈاکٹر رضیہ اسماعیل پاکستان کو یاد کرتی رہیں اور آخر کار اپنا دل برطانیہ سے لگالیا کیونکہ یہ اہل دل ہیں۔ اسی تناظر میں باصر کاظمی کہتے ہیں......

دل لگا لیتے ہیں اہل دل ، وطن کوئی بھی ہو
پھول کو کھلنے سے مطلب ہے ، چمن کوئی بھی ہو

رضیہ اسماعیل نے اس چمن میں اس طرح دل لگایا کہ اپنی زندگی کے پچاس سال یہاں ہی بسر کردیے۔ اگرچہ برطانیہ میں انہیں ُپاکی' جیسے نسل پرست الفاظ سننے پڑے۔ اہلیانِ میر پور جنہیں لوگ 'میر پوری' کہتے تھے سے متعارف ہوئیں۔ انہیں برطانیہ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ کالی رنگت والوں کو ہمارے لوگ "شیدی" کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شیدی اردو کا لفظ ہے جس کا مطلب حبشی ہے۔

برطانیہ میں نسل پرستی موجود ہے لیکن جب رضیہ اس دیس میں آئیں تب یہ عروج پر تھی۔ یوں لگتا ہے جیسے نسلی بالا دستی کی بیماری بین الاقوامی ہے۔ ڈاکٹر رضیہ نے برطانوی طرزِ معاشرت پر بہت خوب لکھا۔ برطانوی شاہی خاندان اور خاص کر لیڈی ڈیانا سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ انہیں برطانوی مڈل اور اپر کلاس لوگوں سے ملنے کا موقع ملا۔ طبقہ اشرافیہ کے اخراجات کا جان کر حیرت ہوئی کہ وہ آنزنون ٹی جو خالصتاً انگلش روایت ہے وہ اگر رائل بارس گارڈنز ہوٹل یا ون وائیٹ ہال پیلس میں پی جائے تو ایک فرد کا بل ایک ہزار پاؤنڈ یعنی پاکستان کے تین لاکھ اسی ہزار روپے ہے۔ یہ پڑھ کر میں سوچنے لگا کہ ان امیر زادوں کے کھانوں اور دیگر لوازمات کا جائزہ لیں تو دن میں یہ ہزاروں بلکہ لاکھوں پاؤنڈ خرچ کرتے ہوں گے۔ ایسے لوگ عام نہیں بلکہ خاص ہوتے ہیں، جو فیکٹریوں یا ملٹی نیشنل کمپنیوں کے مالک ہوتے ہیں۔ اسی برطانیہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو سڑکوں پر بھیک مانگتے اور خیراتی کھانوں سے پیٹ بھرتے ہیں۔ اسی پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے علامہ اقبال نے اللہ میاں سے شکوہ کیا تھا..

تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

کتاب کافی دلچسپ ہے۔ جس میں لطیفے نما واقعات پڑھ کر قہقہے لگانے کو جی چاہتا ہے۔ اس طرح ایشیائی اور برطانوی تہذیب کا تقابلی مقابلہ بھی ہوتا ہے۔ دونوں خطوں کی اپنی اپنی تہذیب و تمدن ہے۔

کارنر شاپ ، گوالوں کا صبح سویرے گھر گھر جا کر شیشے کی بوتلوں میں بند دودھ دروازے پر چھوڑ آنا جو کبھی چوری نہیں ہوتا تھا کا پڑھ کر وہ زمانہ یاد آنے لگا لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ برطانیہ میں چور اچکے نہیں۔ ڈاکو اس ملک میں بھی کافی ہیں۔ اس حوالے سے ان کے گھر کے قریب کی کارنر شاپ میں چوری کرتے سفید فام نوجوان کو ان کے چھوٹے بھائی طارق نے دبوچ لیا اور پھر پولیس کے حوالے کردیا۔ اس طرح رضیہ اپنی ذات سے ہٹ کر ایشیائی اور مقامی سفید فام تہذیبوں کے دونوں رخ پیش کرتی ہیں۔ اور پھر ماں کی ممتا کی نصیحت سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے جو انہوں نے رضیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا......

"تم کیا خود کو سلطانہ ڈاکو سمجھتی ہو کہ آدھی رات کو چور پکڑنے نکل کھڑی ہوئی یہ نہیں کہ بھائی کو منع کرتی خود بھی اس کے ساتھ چور سپاہی کے کھیل میں شامل ہوگئی۔"

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کی داستانِ حیات میں اس طرح کے متعدد دلچسپ واقعات ہیں۔ اس میں سول سروس میں ملازمت اور ٹھک کی باس کا ذکر بڑے دلچسپ انداز میں کیا اور پھر گھراتے ہوئے ٹھک کی باس کو ایسا جواب دیا کہ وہ دم دبا کر بھاگا۔ ٹھک کی باس کے علاوہ زرین جیسے خوبصورت ایرانی نوجوان نے بھی اپنا دل رضیہ کے قدموں میں رکھا۔ اگر زرین کو فارسی کے ساتھ ساتھ پنجابی بھی آتی تو وہ ضرور یہ نغمہ الاپتے کہ......نی میں دل تیرے قدماں نوچ رکھیا تو پیرا تھے پاتے سہی......لیکن مضبوط اعصاب کی مالک رضیہ نے اُس کے دل پر پاؤں رکھنے کے بجائے یہ کہتے ہوئے اُس کا دل واپس لوٹا دیا کہ......

"میاں تم اچھے ہو، بڑے شریف النفس ہو مگر میں تم سے دوستی نہیں کرسکتی۔ میرا مذہب اور تہذیب اس قسم کے تعلق کی اجازت نہیں دیتے۔"

جواب سن کر ایرانی شریف زادے نے وطنِ عزیز کے نوجوانوں کے برعکس رضیہ کے چہرے پر تیزاب پھینکنے کے بجائے ان کی دنیا سے ہمیشہ غائب ہوگیا۔

رضیہ نے بڑی جرات اور ہمت کے ساتھ اپنی زندگی کے اُن گوشوں سے پردہ اٹھایا جن پر لوگ ہمیشہ پردہ ڈالے رکھتے ہیں۔ لیکن یہ آج بھی انہیں یاد کر کے قہقہے لگاتی ہیں۔ انہیں وہ بات بھی یاد ہے جب ایک شیدی نے انہیں گڈ مارننگ کہا تو انہوں نے اسے بھی ٹھگ کی سمجھتے ہوئے اُس کا جواب نہیں دیا۔ اس طرح کے واقعات ان کی سوانح حیات کا حصہ بن چکے ہیں۔ یہ واقعات لکھنے کے بعد اب رضیہ اسماعیل کو زادِ انصاری کی طرح پچھتاوا نہیں رہے گا کہ......

افسوس ! بے شمار سخن ہائے گفتنی
خوفِ فسادِ خلق سے ناگفتہ رہ گئے

ہماری پنجاب کی اس ہیر نے کئی مردوں کی درگت بنائی اور کئی دل توڑے۔ میں نے کشور ناہید کی سوانح حیات ُبری عورت کی کتھا' اور امرتا پریتم کی ُرسیدی ٹکٹ' پڑھی ہے۔ امرتا نے اپنی سوانح حیات اپنی پیاری سہیلی کو دی اور اُس پر لکھا 'میری دوست! تجھے تو بہت کچھ معلوم ہی ہے۔ لیکن دیکھ آج سارے عالم کو اپنے زخم دکھائے ہیں'۔ امرتا کے بعد کشور ناہید نے بھی اپنے عاشقوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا۔ کشور کی کتاب پر اداکارہ بشریٰ انصاری کے والد احمد بشیر کا تبصرہ بھی بڑا بے باک ہے۔ جوش ملیح آبادی کی طرح اپنے معاشقوں پر لکھنا خواتین کے لیے مشکل ہے پھر بھی امرتا پریتم، کشور ناہید اور رضیہ اسماعیل نے ہمت سے کام لیا ہے۔

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل شاعرہ بھی ہیں انہوں نے اس طرح کے ولایتی ماہیے بھی لکھے......

یو کے میں بستے ہیں
کیسا مقدر ہے
روتے ہیں، نہ ہنستے ہیں

برطانیہ میں زندگی گزارتے رضیہ اسماعیل نے معاشرتی دکھوں کو قریب سے دیکھا اور اُس کا اظہار اپنے قلم کے ذریعہ کیا۔ تعلیم، معاشرتی تقاضے، ایشیائی، کالے اور گوروں کے رویے، بسوں کا سفر، ملازمت غرض زندگی کے ہر شعبہ کو قریب سے دیکھا۔ ستر کی دہائی میں "میر پوریوں" کے بارے میں معاشرے میں منفی پروپیگنڈا پایا جاتا تھا۔ لیکن محمود ہاشمی کے ساتھ ادبی ملاقاتوں کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ "میر پوری" سیاست، تجارت کے ساتھ ساتھ صاحبِ علم، ادب نواز اور اچھے لوگ ہیں۔

رضیہ نے شاعری کے علاوہ افسانے اور ادب کی دیگر اصناف پر بھی قلمی جوہر دکھائے۔ حال ہی میں ان کی کتاب" کاروانِ خیال (کلیات) جو افسانے، افسانچے، پپ کہانیاں اور طنز و مزاح پر مبنی ان کی تخلیقات کا مجموعہ ہے شائع ہوئی۔ یہ کتاب انتہائی عمدہ اور دیدہ زیب ہے۔ ٹائٹل اس قدر خوب صورت کہ کتاب کو دیکھتے ہی پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور جب قارئین پڑھنا شروع کرتا ہے تو پھر پڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل نے تنقیدی مضامین بھی لکھے۔ ایک زمانہ تھا جب بریڈفورڈ میں مقیم اردو کے نامور افسانہ نویس مقصود الٰہی شیخ نے اپنے آپ کو پاپ Pop کہانیوں کا موجد قرار دینے کی مہم چلائی تو رضیہ اسماعیل نے مکمل دلائل کے ساتھ شیخ صاحب کا یہ دعویٰ مسترد کر دیا۔ جب تک شیخ صاحب زندہ رہے انہوں نے اپنے دعویٰ کا تحفظ کیا لیکن اُن کے اس جہاں سے جانے کے بعد ادبی دنیا سے یہ بحث ہی ختم ہوگئی۔ ایسے میں رضیہ اسماعیل اپنی تحقیق کی روشنی میں سرخرو ہوئیں کیونکہ اگر شیخ صاحب کی بات درست ہوتی تو بات آگے چلتی۔

ڈاکٹر رضیہ نے غمِ روزگار کے لیے برطانیہ کی سوشل سروسز میں خدمات انجام دیں۔ میرے خیال میں اگر یہ پولیس آفیسر ہوتیں تو یہ اپنی شخصیت میں موجود رعب اور دبدبہ کے عنصر سے کام لیتے ہوئے انتہائی کامیاب رہتیں۔ رضیہ نے باپ کے کردار پر خوبصورت لکھا۔ بابا سے پیار اور پھر اُن کی وفات پر اپنے غم کا اظہار کیا اسے پڑھتے ہوئے میں خود دکھی ہوا۔ والد کی شان میں انہوں نے سچے جذبہ کا اظہار کیا۔ قلمکاروں نے "ماں" کی نسبت باپ کے موضوع پر کم لکھا۔ یہ کمی رضیہ نے پوری کردی۔ رضیہ کے قلم میں مزاح کی حس کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اپنی بہنوں سے بھی ہنسی مزاح کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں۔ جب ان کی بہنوں پر جوانی عود کر آئی تو انہوں نے گل بدن مثلِ مدھوبالا اور عابدہ مکانی کے خاکے لکھے۔ یہ خاکے رضیہ نے کمالِ ہنرمندی سے اس طرح لکھے کہ ان کی بہنیں چلتی پھرتی احمد فراز کی غزل نظر آتی ہیں۔

سنا ہے لوگ اسے آنکھ بھر کے دیکھتے ہیں
سو اس کے شہر میں کچھ دن ٹھہر کے دیکھتے ہیں
سنا ہے بولے تو باتوں سے پھول جھڑتے ہیں
یہ بات ہے تو چلو بات کر کے دیکھتے ہیں

رضیہ اسماعیل نے غمِ روزگار کے ساتھ ساتھ خواتین کی فلاح و بہبود کے لیے کام کیے جس کے اعتراف میں حکومتِ برطانیہ نے انہیں ایم بی ای یعنی ممبر آف برٹش ایمپائر کے اعزاز سے نوازا۔ خواتین کے مسائل کے حوالے سے "آ گہی" نامی تنظیم قائم کی اور پھر ایک رسالے کا اجرا کیا۔

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کی داستانِ حیات آٹھ سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اپنی ذات اور تخلیقات کے ساتھ ساتھ تین سو صفحات پر اپنی جہاں گردی کو بھی اس کتاب میں شامل کیا۔ برطانیہ کے علاوہ یورپ، افریقہ، حرمین، ترکی اور امریکہ کی سیاحت کا ذکر ان کی زندگی کے سیاحتی ذوق کو بھی آشکار کرتا ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر رضیہ کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہے۔ ایسے میں بہتر ہے کہ میں اپنی بات یہاں ختم کروں اور آپ سب کو موقع دوں کہ آپ یہ کتابیں پڑھیں اور دیکھیں کہ ایک صنفِ نازک نے کس ہمت، جرات، جواں مردی بلکہ دھڑلے سے زندگی کا سفر طے کیا۔

☆☆

گلہائے پذیرائی

• محمد فاروق، برمنگھم

ریڈیو پر گونجتی تھی اک زمانے میں صدا
شاعراں ہیں آپ اک بزمِ سخن کی باصفا
عورتوں کی محفلوں میں آپ کا اونچا مقام
آ گہی کی صدر ہیں اور آپ اس کی ناخدا
اک نئے انداز کی کرتی ہیں رضیہ شاعری
اک الگ پہچان، لفظوں میں اجاگر ساحری
نظم، غزلوں، اور دوہے سے سجایا ہے کلام
ماہیوں میں ہم نے دیکھی منفرد اک دل بری
ہم تو لکھتے پڑھتے ہیں ہندی زباں یوں تو مگر
آپ رکھتی دسترس ہندی زباں پر خوب تر
پاک میں رہتے ہوئے ہندی سے یوں مانوس ہیں
ہندی اردو دونوں جیسے آپ کا قلب و جگر
آپ کے نثری ادب میں فکر کی گہرائی ہے
صنفِ نازک کے حسیں جذبات کی سچائی ہے
دل میں جو مضمون تھا وہ تو زبان پر آ گیا
سادگی ہے، درد ہے، احساس میں رعنائی ہے
زندگی کی تلخیوں کا عکس افسانوں میں ہے
عہدِ نو کی آ گہی ان کے ادب پاروں میں ہے
آپ کے ہیں پاپ قصے اک نئے پیرائے میں
تذکرہ جن کا ادب کے معتبر حلقوں میں ہے
آپ کی کاوش ہمیشہ یاد رکھی جائے گی
آپ کی تحریر ہر سو روشنی پھیلائے گی
تم نسیم ہو قدر داں آپ کی تحریر کے
شمع جن کے نام کی ہر دم جلائی جائے گی

صدارتی خطبہ

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کی تصنیف ''ولایتِ گم گشتہ'' کی رسمِ اجرا کی تقریب

(جو ۱۱ اکتوبر ۲۰۲۶ء کو ڈی شرلی سینٹر (شرلی، سولی ہل، برمنگھم، یوکے) میں آ گہی ادبی و ثقافتی تنظیم کے زیرِ اہتمام منعقد ہوئی، میں پیش کیا گیا)

● امیر مہدی، برمنگھم، یوکے

معزز حاضرینِ مجلس، محترم مہمانِ خصوصی ڈاکٹر رضیہ اسماعیل صاحبہ، فاضل مقررین، اور علم و ادب سے محبت کرنے والی خواتین و حضرات!

سب سے پہلے میں یہ واضح کر دوں کہ آج کی اس پروقار اور علمی محفل کی صدارت ہمارے انتہائی محترم اور سینئر ادیب جناب عقیل دانش صاحب کو کرنی تھی، لیکن طبیعت کی ناسازی کے سبب وہ آج ہمارے درمیان تشریف نہ لا سکے۔ ہم سب اللہ تعالیٰ سے ان کی جلد کامل صحت یابی، تندرستی اور درازیِ عمر کے لیے دست بدعا ہیں۔ علالت سے صدارت کا حُصُول کسی صورت میں باعثِ مسرت نہیں ہو سکتا، لیکن مرتا کیا نہ کرتا۔ میں تو خود دانش صاحب کی صدارت میں مقالہ خوانی کا آرزومند تھا لیکن یہ نہ تھی ہمارے قسمت..... اور بقول آتش، ''برسی آگ جو باراں کی آرزو کرتے''۔ خیر! جسم اور لباس میں ناہمواری سہی لیکن کرسیِ صدارت کا تن تو ڈھکنا ہی تھا۔ بقول غالب:
ہم نے مانا کہ کچھ نہیں غالب۔ مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے۔ پھر بھی میں اس عزت افزائی کے لئے منتظمین، بالخصوص 'آ گہی ادبی و ثقافتی تنظیم' کا تہہِ دل سے ممنون ہوں۔

آج کی یہ شام دیارِ برطانیہ کی ادبی و ثقافتی تاریخ میں ایک خاص اہمیت کی حامل ہے، جہاں ہم محترمہ ڈاکٹر رضیہ اسماعیل صاحبہ کی ضخیم، بے مثال اور فکر انگیز تصنیف جس میں برطانیہ میں آدھی صدی کی سرگزشت کا احاطہ کیا گیا ہے ''ولایتِ گم گشتہ'' کی رسمِ اجراء کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں۔

گفتگو کے باقاعدہ آغاز سے قبل، میں ڈاکٹر رضیہ اسماعیل صاحبہ کو ان کی اس شاہکار تصنیف کی اشاعت پر صمیمِ قلب سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ساتھ ہی میں نظامت کے فرائض انجام دینے والے پروفیسر محمود رضا صاحب کا بھی شکر گزار ہوں، جن کے توسط سے یہ کتاب مجھ تک پہنچی اور مطالعے کی تسکین کا سبب بنی۔

اس کے ساتھ ساتھ، میں آج کے فاضل مقررین۔ ڈاکٹر فرحت عباس شاہ (اسماعیل اعظم)، جناب یعقوب نظامی، پروفیسر محمد یعقوب راجہ، محترمہ سفینہ سلیم اور جناب عقیل دانش (جناب سہیل ضرار صاحب)، کا بھی تہہِ دل سے ممنون ہوں، جنہوں نے اپنے اپنے نقطہ نظر سے صاحبِ کتاب اور ان کی اس تصنیف پر انتہائی پُرمغز، مدلل اور فکر انگیز مقالے پیش کیے اور اس فکری گفتگو کو وسعت دی ہے۔

آج کی اس شاندار تقریب میں کُل پانچ حاصلِ مطالعہ مقالے پیش کیے گئے۔ پہلا مقالہ محترمہ سفینہ سلیم صاحبہ نے پیش کیا، جن کا مقالہ لائقِ صد تحسین ہے۔ انہوں نے جس سلیقے اور دلنشین انداز میں کتاب کے محتویات کا احاطہ کیا، وہ قابلِ داد ہے۔ بالخصوص ان کے اندازِ قرأت اور لحنِ گفتگو سے ہم سب کو یہ سیکھنے کا موقع ملا کہ کہاں صوتی بلندی درکار ہے اور کہاں لہجے کی نرمی اثر دکھاتی ہے۔ ان کی آواز کے زیر و بم اور الفاظ کی ادائیگی میں کچھ ایسا سحر تھا کہ جب تک ان کا مقالہ تمام نہیں ہوا، میں پوری طرح ہمہ تن گوش رہا۔

دوسرا مقالہ پروفیسر محمد یعقوب راجہ صاحب نے پیش کیا۔ ان کے مقالے نے زیرِ بحث تصنیف ''ولایتِ گم گشتہ'' کے ان باریک فکری اوصاف اور فنی محاسن کو ہمارے سامنے آشکار کیا، جن تک شاید ایک عام قاری کی نگاہ پہلے مطالعے میں نہ پہنچ سکے۔ ان کی یہ تحریر ان کی گہری تنقیدی بصیرت اور موضوع پر کامل گرفت کی آئینہ دار ہے۔ پروفیسر راجہ صاحب بھی اس علمی محاکے اور شاندار مقالے پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔

تیسرا مقالہ جناب یعقوب نظامی صاحب نے پیش کیا، جس میں انہوں نے ایک بالکل منفرد اور اچھوتے زاویے سے ''ولایتِ گم گشتہ'' کو دیکھنے اور سمجھنے کا بصیرت افروز راستہ دکھایا۔ وہ بھی اس عمدہ کاوش پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔

چوتھا مقالہ جناب ڈاکٹر فرحت عباس شاہ صاحب نے پیش کیا، جن کی بنیادی پہچان ایک عالمی شہرت یافتہ شاعر کی ہے۔ سچ پوچھیے تو کسی صاحبِ طرز شاعر کی نثر اس قدر ساحرانہ اور شستہ ہو سکتی ہے، اس کا اندازہ مجھے ان کا مقالہ سن کر ہوا۔ ماشاءاللہ، جتنی دلکش ان کی شاعری ہے، اتنی ہی پرشکوہ ان کی نثر ہے! انہوں نے تصنیف ''ولایتِ گم گشتہ'' کے گونا گوں زاویوں کو جس کمالِ مہارت سے ہمارے سامنے رکھا، اس نے مجھے ششدر کر دیا۔ میں انہیں اس شاندار مقالے اور اثر انگیز اندازِ پیشکش پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

پانچویں اور آخری مقالہ نگار جناب سہیل ضرار صاحب نے تو واقعی کمال ہی کر دیا۔ انہوں نے انتہائی مختصر وقت میں الفاظ کا وہ سحر بکھیر دیا کہ پوری محفل کو سحر زدہ کر دیا۔ دیارِ برطانیہ میں اس پائے کے صاحبِ قلم اور مقالہ نگار موجود ہیں، یہ میرے لیے ایک خوشگوار انکشاف تھا۔

لہٰذا، میں ایک بار پھر تمام فاضل مقالہ نگاروں کو ان کی اس کامیاب، فکر انگیز اور علمی پیشکش پر صمیمِ قلب سے تحسین و مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

یوں تو فاضل مقررین نے تصنیف ''ولایتِ گم گشتہ'' کے تمام محاسن اور رموز و اسرار کی نقاب کشائی اس مہارت سے کی ہے کہ میرے لیے مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں رہی۔ لیکن منصب کے فرائض سے مفر نہیں ہے۔ مجھے کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی پڑھے گا۔ میں اپنے مطالعے کے حاصلات کو اجمال کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

مجھے یہ کہتے ہوئے کچھ جھجک اور افسوس بھی ہو رہا ہے کہ اس کتاب کی دستیابی سے قبل مصنفہ سے میری بالمُشافہ ملاقات نہیں تھی۔ جناب حیدر قریشی صاحب، جو میرے کرم فرما ہیں، انھیں کے رحم و کرم سے مجھے مصنفہ کی شخصیت کے محدود عکس سے شناسائی حاصل ہوئی تھی۔ جناب حیدر قریشی نے رضیہ اسماعیل صاحبہ کے ماہیوں کے مجموعے ''پیپل کی چھاؤں میں'' کا دیباچہ تحریر کیا ہے۔ اور اسی دیباچہ پر گفتگو کے وسیلے سے مجھے محترمہ کی ادبی اور علمی شخصیت اور تنظیمی صلاحیتوں کا کسی حد تک اندازہ ہوا تھا۔

''ولایتِ گم گشتہ'' نے اس اجنبیت کو تعارف میں اور تعارف کو ایک گہری فکری شناسائی میں بدل دیا۔ کتاب کے صفحات سے گزرتے ہوئے مصنفہ کی تدریسی زندگی، تخلیقی سفر، ادبی سرگرمیاں، تنظیمی کاوشیں، سماجی وابستگیاں اور زندگی کے نشیب و فراز جس طرح سامنے آتے ہیں، ان سے محسوس ہوتا ہے کہ ہم کسی ایسی شخصیت کے ساتھ سفر کر رہے ہیں جس کے تجربات ذاتی ہونے کے باوجود صرف ذاتی نہیں رہتے۔ ان کی یادیں رفتہ رفتہ اجتماعی یادداشت کا حصہ بنتی جاتی ہیں اور ان کی زندگی کے واقعات اپنے عہد کی تہذیبی اور سماجی تاریخ کے کئی دروازے کھول دیتے ہیں۔

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کی یہ تصنیف اپنے اسلوب اور ساخت کے اعتبار سے کوئی روایتی سوانح عمری یا خشک سوانحی خاکہ نہیں ہے۔ یہ ایک ہی وقت میں 'آپ بیتی' بھی ہے اور 'جگ بیتی' بھی۔ خود مصنفہ نے اس کی نوعیت کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ولایتِ گم گشتہ، ولایت کی تاریخ نہیں ہے بلکہ ولایت کے اندر ان کی اپنی تاریخ اور ان کی اپنی کہانی ہے۔ جب ہم اس کتاب کے اوراق پلٹتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے مصنفہ نے آدھی صدی پر پھیلے ہوئے تجربات اور مشاہدات کی کڑیوں کو اکٹھا کر کے ماہ و سال کا ایک ایسا آئینہ ترتیب دے دیا ہے جس میں ماضی کے خدوخال کہیں واضح اور شفاف دکھائی دیتے ہیں اور کہیں یادوں کی دھند میں لپٹے ہوئے۔ اس پچاس سالہ روزنامچے میں چھ سو مہینے، دو ہزار چھ سو ہفتے، اٹھارہ ہزار دو سو ساٹھ دن اور ان گنت راتیں شامل ہیں، اور ان راتوں کا شمار اس لیے بھی ممکن نہیں کیونکہ خوشیوں کے لمحے مختصر اور دکھ کی راتیں بہت طویل ہو جایا کرتی ہیں۔

کتاب کے اسلوبِ بیان اور ساخت پر غور کریں تو قاری پر ایک عجب انکشاف ہوتا ہے۔ میری نظر میں اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ اپنے آپ کو پڑھواتی ہے۔ اس کا بیانیہ بظاہر کچھ اس طرح پھیلا اور بکھرا ہوا محسوس ہوتا ہے جیسے سیموئل ٹیلر کولرج (Samuel Taylor Coleridge) کی مشہورِ عالم نظم 'کبلا خان'، جو کسی خواب کی مانند ناتمام اور پراسرار نظر آتی ہے، مگر اس بظاہر بے ربطگی اور پھیلاؤ کے اندر ایک انتہائی گہرا باطنی تسلسل اور اندرونی ربط موجود ہے، اور جو ساخت بظاہر نامکمل دکھائی دیتی ہے درحقیقت وہی اس کا حسن، اس کی تکمیل اور اس کا اصل فن ہے۔

اس کتاب کو پڑھنے میں جو تاثر ابھر کر آتا ہے اسے اگر میں اپنی زبان میں ادا کروں تو کچھ یوں کہہ سکتا ہوں کہ کتاب خوانی کے عمل میں پڑھنا اور دیکھنا ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ میں اگر اس اسلوب کے لئے کسی اصطلاح کو وضع کروں تو اسے سینمائی اسلوب کہہ سکتا ہوں۔ جس نے بھی زیرِ بحث کتاب کا مطالعہ کیا ہے وہ میری تائید کرے گا کہ مصنفہ واقعات کو محض بیان نہیں کرتیں بلکہ انہیں اس طرح پیش کرتی ہیں کہ قاری انہیں پڑھنے کے بجائے دیکھنے لگتا ہے۔ کردار صرف نام بن کر نہیں آتے، ان کے چہرے، حرکات، آوازیں، لباس، ماحول اور ان کے گرد پھیلی ہوئی فضا بھی قاری کے سامنے متحرک ہونے لگتی ہے۔ منظر نگاری میں کیمرے کی طرح کبھی منظر وسیع ہو جاتا ہے اور پورا شہر یا معاشرہ نگاہ کے سامنے آ جاتا ہے، پھر اچانک نگاہ کسی ایک چہرے، ایک کمرے، ایک سڑک، ایک آواز یا کسی معمولی جز پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مصنفہ کے پاس یادداشت کو لفظوں میں محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ اسے ایک زندہ منظر میں تبدیل کرنے کی غیر معمولی صلاحیت بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بیان کردہ واقعات جامد نہیں رہتے بلکہ حرکت کرتے ہیں، کردار ہمارے سامنے چلتے پھرتے محسوس ہوتے ہیں اور ماضی ایک مردہ زمانہ نہیں رہتا بلکہ حال کے پردے پر دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔

کتاب کا پہلا باب ہی قاری کو ایک عمیق فکری اور وجدانی لہر میں بہالے جاتا ہے۔ مصنفہ کا ماننا ہے کہ ہجرت کسی سانحے سے کم نہیں ہوتی اور ہر سانحہ کسی ہجرت سے کم نہیں ہوتا، کیونکہ دونوں صورتوں میں انسان کا ایک نیا جنم ہوتا ہے۔ جسمانی وجود وہی رہتا ہے لیکن جذباتی، ذہنی اور روحانی سطح پر ایک نیا انسان وجود میں آتا ہے۔ ڈاکٹر رضیہ اسماعیل صاحبہ نے اس تصورِ جنم کو اردو کے ممتاز ادیب جوگندر پال کے حوالے سے پیش کر کے، اور جان ملٹن کی 'پیراڈائز لوسٹ' یعنی جنتِ گم گشتہ اور مائیکل اینجلو کے لافانی فن پارے کی مثالوں سے آراستہ کر کے جس انداز میں بیان کیا ہے، وہ ان کی وسعتِ نظر اور عمیق بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان کی ولایت محض ایک جغرافیا یا برطانیہ کی سرزمین نہیں ہے، بلکہ یہ ان کی ذات کی کئی باطنی اور جذباتی ولایتیں ہیں جو وقت کے ساتھ بکھرتی اور بنتی رہیں۔ یہ کتاب ان کی انہی گم شدہ ولائتوں کا ایک لافانی نوحہ اور سود و زیاں کا تخلیقی حساب کتاب ہے۔

مصنفہ نے قارئین کی سہولت کے لیے اس کتاب کو چار بنیادی حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ دیارِ غیر میں ہجرت، بود و باش اور نصف صدی کی مسافت کا احاطہ کرتا ہے۔ دوسرا حصہ 'آ گہی در آ گہی' ان کے تخلیقی و ادبی سفر اور برطانیہ میں خواتین کی نمائندہ ادبی و ثقافتی تنظیم 'آ گہی' کے قیام اور ارتقا کی تاریخ بیان کرتا ہے۔ تیسرا حصہ 'دہلیز پہ بیٹھے لمحے' خاکہ نگاری اور شخصیت نگاری کا بہترین نمونہ ہے، جس میں انہوں نے اپنے والدین، بھائی، بہنوں، بیٹیوں اور شریکِ سفر کے شفاف خاکے کھینچے ہیں۔ جبکہ چوتھا حصہ 'اسفارِ ماہ و سال' دنیا بھر میں کیے گئے ان کے سیاحتی و فکری اسفار کی داستان ہے۔ ان تمام حصوں کو یکجا کر کے انہوں نے اپنی اس معنوی اولاد یعنی تصنیف کو شکل دی ہے۔ ستمبر ۲۰۲۴ء میں حجِ بیت اللہ کی سعادت کے بعد رات کے آخری پہر الہامی کیفیت میں قلم اٹھانا اور اگلے چار مہینوں میں جنوری ۲۰۲۵ء تک اس آٹھ سو صفحات کا پہلا ڈرافٹ مکمل کر لینا، کسی تخلیقی معجزے سے کم نہیں ہے۔

اس تصنیف کی ایک اور زبردست قوت اس کا تاریخی و سیاسی شعور ہے۔ مصنفہ صرف اپنی ذات کے خول میں بند نہیں رہیں، بلکہ وہ اپنے عہد میں رونما ہونے والے عظیم قومی اور بین الاقوامی سانحات کی شاہد بھی رہی ہیں۔ کتاب کے اندر ۱۹۷۱ء کے 'سقوطِ ڈھاکہ' اور اس وقت کے اسلام آباد کا جو نقشہ انہوں نے کھینچا ہے، وہ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کی یہ کتاب 'ولایتِ گم گشتہ' جہاں ایک طرف غمِ ذات اور غمِ روزگار کی کہانی ہے، وہیں دوسری طرف یہ ہمت، استقلال، سچی محبت، بالخصوص یادِ الٰہی اور بالآخر تخلیقی پنر جنم (Rebirth) کی ایک شاندار دستاویز ہے۔ جواں سال بھائی اور والدہ کی رحلت کے صدمات، اور کووڈ کے تاریک ایام سے نکل کر حجِ بیت اللہ کی برکات سے دوبارہ قلم تھامنا اور یہ شاہکار پیش کرنا ثابت کرتا ہے کہ سچا تخلیق کار ققنس (Phoenix) کی مانند اپنی ہی راکھ سے دوبارہ جنم لیتا ہے۔ مصنفہ نے اپنے پیش لفظ کے آخر میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنا دل نکال کر کاغذ پر رکھ دیا ہے، اب قارئین اس سرگزشت کو خود پڑھیں اور محسوس کریں۔ میں ان کے اس قول کی تائید میں یہی کہوں گا کہ انہوں نے واقعی اپنے دل کی دھڑکنوں کو اس کتاب کے صفحات میں منتقل کر دیا ہے۔

فارسی کا مشہور مقولہ ہے کہ مشک وہ ہے جو خود خوشبو دے، نہ کہ جسے عطار خوشبودار کہے۔ 'ولایتِ گم گشتہ' ایک ایسی ہی معطر اور ہمہ جہت ادبی مشک ہے جس کی خوشبو اردو ادب اور بالخصوص دیارِ غیر میں لکھے جانے والے اردو ادب کے افق پر ہمیشہ قائم رہے گی۔

میں ایک بار پھر ڈاکٹر رضیہ اسماعیل صاحبہ کو اس عظمت آفریں تصنیف کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ ان کا قلم یونہی رواں دواں رہے۔ آپ تمام حضرات کے صبر اور سماعت کا بے حد شکریہ۔

☆☆☆

خیال کی سرگوشیوں سے لفظوں کی روشنی تک

ولایت گم گشتہ: ڈاکٹر رضیہ اسماعیل

مقالہ

(ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کی تصنیف ''ولایتِ گم گشتہ'' کی رسمِ اجرا کی تقریب، جو ۱۱ اکتوبر ۲۰۲۶ء کو ڈی شرلی سینٹر (شرلی، سولی ہل، برمنگھم، یوکے) میں آ گہی ادبی و ثقافتی تنظیم کے زیرِ اہتمام منعقد ہوئی، میں پیش کیا گیا)

● سفینہ سلیم۔لندن

کچھ کتابیں زندگی کی طرح ہمارے سامنے کھلتی ہیں اور ہم ان کے اوراق پلٹتے ہوئے دراصل اپنے ہی گزرے ہوئے موسموں، بچھڑے ہوئے راستوں، اجنبی شہروں، رشتوں اور یادوں کے درمیان سے گزرتے ہیں۔

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل صاحبہ کی کتاب ''ولایت گم گشتہ'' بھی ایسی ہی ایک کتاب ہے۔ یہ محض برطانیہ میں گزاری ہوئی نصف صدی کی داستان نہیں بلکہ وقت، ہجرت، شناخت، تہذیب، یادداشت، تخلیق اور انسانی تجربے کی ایک طویل روداد ہے۔

کتاب کا عنوان ہی اپنے اندر ایک پوری کائنات سمیٹے ہوئے ہے ''ولایت گم گشتہ''۔ ولایت یہاں صرف ایک جغرافیائی خطہ نہیں یہ کبھی گھر ہے کبھی ماضی، کبھی بچپن، کبھی وطن، کبھی وہ تہذیبی فضا جس میں انسان نے پہلی بار اپنے وجود کو پہچانا اور کبھی وہ اندرونی دنیا جسے وقت آہستہ آہستہ ہم سے چھین لیتا ہے۔ اسی لیے اس کتاب کو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ مصنفہ ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر نہیں کر رہیں بلکہ ایک زمانے سے دوسرے زمانے کی طرف ہجرت کر رہی ہیں۔

کتاب کی پیشانی پر درج اس کا انتساب ''وقت کی سرگوشیوں کے نام'' اس پورے سفر کی معنوی کنجی ہے۔ وقت یہاں گھڑی کی سوئی نہیں بلکہ ایک خاموش سمندر ہے وہ سمندر جو بولتا کم اور گہرا زیادہ ہے۔ وہ چہروں پر پڑتی ہوئی عمر کی لکیروں، بدلتے ہوئے شہروں، چھوٹتے ہوئے گھروں، بدلتی ہوئی زبانوں اور یادوں کے دھندلاتے ہوئے آئینوں میں اپنی کہانی سناتا ہے۔

قرآنِ مجید میں سورۃ العصر میں وقت کی قسم کھا کر انسانی خسارے کی طرف متوجہ کیا گیا:

وَالْعَصْرِ ○ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ○
''زمانے کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے۔''
(سورۃ العصر، 103:1-2)

یہ آیت اس کتاب کے بنیادی احساس کے ساتھ ایک گہری معنوی مناسبت پیدا کرتی ہے۔ نصف صدی کا سفر آخر کار اسی سوال کی طرف لے جاتا ہے کہ وقت نے ہم سے کیا لیا اور ہم نے وقت سے کیا حاصل کیا؟ شاید ''ولایت گم گشتہ'' اسی سوال کا ادبی جواب ہے۔

روحانی اعتبار سے دیکھا جائے تو وقت ایک ایسا درویش معلوم ہوتا ہے جو ہاتھ میں کچھ لیے بغیر آتا ہے اور جاتے جاتے انسان سے بہت کچھ لے جاتا ہے۔ مگر اس کی عجیب سخاوت یہ ہے کہ جو چیز وہ ظاہری دنیا سے چھین لیتا ہے اس کی ایک باطنی صورت دل میں چھوڑ جاتا ہے۔ گھر مٹ جاتا ہے مگر اس کی خوشبو رہ جاتی ہے چہرہ اوجھل ہو جاتا ہے مگر اس کی روشنی یاد میں باقی رہتی ہے راستہ ختم ہو جاتا ہے مگر اس کی سمت روح میں نقش رہتی ہے۔ یوں ''ولایت گم گشتہ'' کو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے جیسے مصنفہ نے وقت کے ہاتھ سے چھوٹی ہوئی چیزوں کو لفظوں کے چراغ سے پھر روشن کیا ہے

ہجرت جگہ کی نہیں باطن کی بھی ہجرت ہے۔ بظاہر ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ آباد ہونے کا نام ہے مگر ہر ہجرت اپنے اندر کئی ہجرتیں چھپائے ہوتی ہے۔ انسان شہر بدلتا ہے تو زبان بدلتی ہے، موسم بدلتا ہے، عادتیں بدلتی ہیں، تعلقات کی نوعیت بدلتی ہے مگر اس سب سے بڑھ کر اس کے اندر اپنی شناخت کے سوال پیدا ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کے ہاں ہجرت ایک مسلسل تجربہ ہے۔ وطن سے ولایت، ماضی سے حال، مانوس تہذیب سے اجنبی تہذیب، اور پھر اجنبیت سے ایک نئی مانوسیت تک کا سفر۔ کتاب کو پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہجرت کی اصل سڑک باہر نہیں انسان کے اندر سے گزر رہی ہے۔

مختلف تہازیب کے درمیان زندگی محض ثقافتی تصادم نہیں رہتی بلکہ تعارف، تفہیم اور انسانی رفاقت کا امکان بھی بن جاتی ہے۔ ''ولایت گم گشتہ'' میں برطانیہ محض ایک خارجی مقام نہیں بلکہ ایک ایسا آئینہ بن جاتا ہے جس میں مصنفہ اپنے وطن، اپنی زبان، اپنی تہذیب اور اپنی ذات کو بھی نئے سرے سے دیکھتی ہیں۔

قرآن کہتا ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ
''اور اس کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی ہے۔''
(سورۃ الروم، 30:22)

زبان اور تہذیب کا یہ اختلاف کتاب کے تہذیبی شعور کو ایک وسیع تر انسانی تناظر فراہم کرتا ہے۔ اجنبی زبان کبھی دیوار بنتی ہے اور کبھی پل۔ کبھی وہ اپنے پن کی کمی کا احساس دلاتی ہے اور کبھی انسان کو اپنی مادری زبان کی قدر پہلے سے زیادہ سمجھاتی ہے۔

روحانی نگاہ میں ہجرت شاید کشتی کے کنارے بدلنے سے زیادہ دل کے قبلے کے بدلنے کا نام ہے۔ سالک جب ایک آستانے سے دوسرے آستانے تک جاتا ہے تو اصل سفر قدموں کا نہیں شعور کا ہوتا ہے۔ پردیس بھی کبھی کبھی ایسا خانقاہی صحن بن جاتا ہے جہاں انسان اپنے ہی اندر کے شور سے آہستہ آہستہ واقف ہوتا ہے۔ اجنبی گلیاں آئینے بن جاتی ہیں اجنبی زبانیں خاموش استاد اور دور کا وطن دل میں ایک ایسی اذان کی طرح باقی رہتا ہے جس کی آواز فاصلے سے کم نہیں ہوتی۔

حصہ اول: ولایت گم گشتہ میری گم گشتہ ولایتیں: کتاب کا پہلا حصہ عنوان ہی کی طرح یاد اور گمشدگی کے درمیان کھڑا ہے۔ یہاں ''ولایت'' ایک سے زیادہ معنی اختیار کرتی ہے۔ ایک ولایت وہ ہے جو جغرافیہ میں ہے، دوسری وہ جو یادداشت میں ہے اور تیسری وہ جو انسان کے اندر کہیں محفوظ رہ جاتی ہے۔

یادداشت عجیب شے ہے۔ وہ وقت کو محفوظ نہیں کرتی وقت کی خوشبو محفوظ کرتی ہے۔ کوئی پرانا گھر کسی گلی کا موڑ کسی شخص کی آواز کسی موسم کی یاد کسی کتاب کا ورق یہ سب ماضی کو دوبارہ زندہ کر دیتے ہیں۔

اسی لیے اس حصے کو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ مصنفہ ماضی کو صرف یاد نہیں کرتیں بلکہ اس سے مکالمہ کرتی ہیں۔ گزرے ہوئے لمحے ان کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں اور حال ان سے سوال کرنے لگتا ہے۔

یہاں ولیم بلیک کا تصورِ ادراک یاد آتا ہے۔ بلیک کی شاعری میں معمولی سے منظر کے اندر پوری کائنات دیکھنے کا رجحان ملتا ہے۔ ان کی معروف نظم ''Auguries of Innocence'' میں چھوٹی اور بظاہر معمولی چیزوں کے اندر وسیع تر معنوی دنیا دیکھنے کا تصور نمایاں ہے۔

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کی نثر میں بھی یہی کیفیت پیدا ہوتی محسوس ہوئی ہے۔ ایک شخص، ایک جگہ، ایک یاد یا ایک واقعہ محض واقعہ نہیں رہتا بلکہ ایک پورے عہد کی علامت بن جاتا ہے۔

انسان کے اندر موجود صوفیانہ سطح پر یاد ایک ایسے چراغ کی مانند ہے جو ماضی کے کسی ویران حجرے میں جلتا رہتا ہے۔ سالک جب اپنی ذات کے اندھیرے میں اترتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ راستے قدموں سے نہیں خوشبو سے پہچانے جاتے ہیں۔ گم شدہ ولایت بھی شاید اسی خوشبو کا نام ہے وہ جگہ جو نقشے پر نہیں ملتی مگر دل کے کسی گوشے میں آباد ہوتی ہے۔ صوفی کے لیے اصل بازیافت کبھی باہر کی سرزمین کی بازیافت نہیں ہوتی بلکہ اس نور کی دریافت ہوتی ہے جو سرزمین کے چھن جانے کے بعد بھی باطن میں محفوظ رہتا ہے اور یہ بات چمکتے الفاظ کی صورت اس حصے کی تحریر میں نظر آتا ہے

حصہ دوم: آ گہی در آ گہی ادبی و تخلیقی سفر اور آ گہی تنظیم

اگر پہلے حصے میں ماضی کی بازگشت ہے تو دوسرے حصے میں آ گہی کا ارتقا ہے جہاں زندگی محض واقعات کا مجموعہ نہیں رہتی بلکہ واقعات کے اندر چھپے ہوئے معنی تلاش کرنے لگتی ہے۔

''آ گہی'' دراصل باہر کی دنیا کو دیکھنے سے زیادہ اپنے اندر کے دریچوں کو کھولنے کا نام ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ
''بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں۔''
(سورۃ الرعد، 13:11)

کتاب کے فکری سفر کے تناظر میں دیکھا جائے تو ''آ گہی'' محض معلومات نہیں رہتی یہ اندرونی تبدیلی کا عمل بن جاتی ہے۔ تخلیق بھی اسی داخلی تبدیلی کا نام ہے۔ زندگی جو کچھ انسان کو دیتی ہے فن اسے ایک نئی صورت میں واپس کرتا ہے۔ دکھ، خوشی، ہجرت، تنہائی، ملاقات، جدائی، سفر اور وقت یہ سب جب تخلیقی شعور سے گزرتے ہیں تو محض ذاتی تجربات نہیں رہتے بلکہ اجتماعی انسانی تجربے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

یہاں رائنر ماریا رِلکے کا ادبی تصور بھی ذہن میں آتا ہے۔ Letters to a Young Poet میں وہ تخلیقی زندگی کو باطن، تنہائی، صبر اور سوالوں کے ساتھ جینے سے جوڑتے ہیں ان کے ہاں فن محض اظہار نہیں بلکہ اندرونی زندگی کو گہرا کرنے کا عمل بھی ہے۔

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کے ادبی سفر کو بھی اسی زاویے سے دیکھا جا سکتا ہے۔ زندگی پہلے تجربہ بنتی ہے تجربہ آ گہی میں ڈھلتا ہے اور آ گہی تخلیق کا راستہ بناتی ہے۔

آ گہی تنظیم کا قیام بھی اسی شعور کا عملی پہلو معلوم ہوتا ہے یعنی ادب کو صرف ذاتی اظہار تک محدود نہ رکھنا بلکہ اسے سماجی اور تہذیبی رابطے کا ذریعہ بنانا۔

صوفیانہ روایت میں آ گہی آنکھ کھولنے سے زیادہ پردہ اٹھنے کا نام ہے۔ انسان باہر کی دنیا کو دیکھتے دیکھتے ایک دن محسوس کرتا ہے کہ اصل حجاب منظر پر نہیں نظر پر تھا۔ جیسے چراغ اپنے گرد کی تاریکی کو ایک دم ختم نہیں کرتا بلکہ جتنی روشنی دیتا ہے اتنا ہی اگلا گوشہ دکھائی دینے لگتا ہے اسی طرح آ گہی بھی منزل نہیں بلکہ نور کی طرف مسلسل بڑھتا ہوا ایک سفر ہے۔ ''آ گہی در آ گہی'' میں یہی کیفیت محسوس ہوتی ہے کہ ہر دریافت کے پیچھے ایک نئی حیرت کھڑی ہے اور ہر جواب ایک نئے سوال کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

حصہ سوم: دہلیز پہ بیٹھے لمحے باتیں، یادیں اور خاکے

''دہلیز'' اردو تہذیب میں محض گھر کا ایک حصہ نہیں، یہ اندر اور باہر کے درمیان ایک علامت ہے۔ دہلیز پر بیٹھا ہوا انسان نہ پوری طرح گھر کے اندر ہوتا ہے نہ باہر۔ شاید یہی کیفیت یادداشت کی بھی ہے۔

یاد انسان کو ماضی کے گھر کی دہلیز پر بٹھا دیتی ہے۔

اس حصے میں شخصیات، یادیں، ملاقاتیں، باتیں اور باتوں سے خاکے اس طرح سامنے آتے ہیں جیسے پرانی البم کے صفحات یکے بعد دیگرے کھلتے جائیں۔ مگر اچھی یادداشت کی خوبی یہ نہیں کہ وہ ہر تفصیل محفوظ کر لے اس کی خوبی یہ ہے کہ وہ اہم تفصیل کو معنی عطا کر دے۔

یہاں ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کا حوالہ بہت موزوں معلوم ہوتا ہے۔ Four Quartets میں وقت، یاد، حال اور ماضی کے باہمی تعلق کو نہایت گہرائی سے برتا گیا ہے؛ ماضی اور حال کے باہمی ربط کا احساس اس تخلیق کی بنیادی فکری جہتوں میں شامل ہے۔

''دہلیز پہ بیٹھے لمحے'' بھی اسی طرح ماضی کو حال میں واپس لاتے ہیں۔ یہاں یاد محض جذباتی چیز نہیں، تہذیبی دستاویز بن جاتی ہے۔

دہلیز کا صوفیانہ استعارہ اس حصے کو ایک اور معنوی گہرائی دیتا ہے۔ صوفی کے ہاں دہلیز اکثر اس مقام کی مانند ہوتی ہے جہاں مسافر کو طے کرنا ہوتا ہے کہ وہ ظاہری دنیا میں رہے یا باطن کے سفر پر قدم رکھے۔ یاد بھی ایسی ہی دہلیز ہے۔ ایک طرف گزرا ہوا زمانہ ہے دوسری طرف موجودہ لمحہ۔ انسان دونوں کے درمیان بیٹھ کر کبھی خود کو یاد کرتا ہے اور کبھی ان لوگوں کو جنہوں نے اس کی ذات میں اپنا کوئی چراغ روشن کیا تھا۔ یوں خاکے صرف شخصیات کے نقش نہیں رہتے وہ دل کی خانقاہ میں محفوظ ارواحِ تعلق کا ایک خاموش رجسٹر بن جاتے ہیں۔

حصہ چہارم: اسفار ماہ و سال

میری آدھی صدی کی مسافتیں

کتاب کا یہ حصہ سفر کے وسیع استعارے کو مکمل کرتا ہے۔ پچاس برس کی زندگی میں کتنے شہر، کتنے راستے، کتنے موسم اور کتنی منزلیں آتی ہیں مگر آخر کار ہر بیرونی سفر انسان کو اپنے اندر ہی واپس لاتا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ
''کہہ دیجیے زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے تخلیق کی ابتدا کیسے کی۔'' (سورۃ العنکبوت، 29:20)

یہاں سفر صرف نقلِ مکانی نہیں بلکہ مشاہدہ اور غور و فکر بھی ہے۔ راستہ انسان کو صرف نئی جگہیں نہیں دکھاتا وہ اس کی نظر بھی بدلتا ہے۔

اسی لیے ''اسفار ماہ و سال'' کو محض سفری یادداشتیں کہنا اس کی معنوی وسعت کو محدود کرنا ہوگا۔ یہ دراصل ایک ایسی زندگی کا نقشہ ہے جس میں بیرونی مسافتیں داخلی مسافتوں سے جڑی ہوئی ہیں۔

پچاس سال کی مسافت کو اگر ایک دریا تصور کیا جائے تو اس کے کنارے بدلتے رہتے ہیں، پل بدلتے رہتے ہیں، موسم بدلتے رہتے ہیں، مگر پانی اپنے سفر کی ایک مسلسل آواز ساتھ لیے چلتا رہتا ہے۔

روحانی اور باطنی زبان میں سفر، مسافر اور منزل تین الگ چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی باطنی کہانی کے تین نام ہیں۔ راستہ کبھی پتھریلا ہوتا ہے کبھی نرم گھاس سے ڈھکا ہوا کبھی دھند میں چھپ جاتا ہے اور کبھی افق تک صاف دکھائی دیتا ہے۔ مگر اصل منزل شاید وہ مقام نہیں جہاں مسافر پہنچتا ہے بلکہ وہ کیفیت ہے جو سفر کے دوران اس کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ آدھی صدی کی یہ مسافت ایک ایسے درویشانہ سفر کی مانند محسوس ہوتی ہے جس میں ہر نیا شہر ایک سبق، ہر جدائی ایک خاموش ذکر ہر ملاقات ایک نشانی اور ہر واپسی اپنے ہی دل کی طرف ایک قدم بن جاتی ہے۔

ولایت میں آدھی صدی وقت، زندگی اور فنا کا شعور

کتاب کا یہ حصہ شاید پورے سفر کا سب سے بڑا سوال سامنے لاتا ہے پچاس سال گزر گئے، آخر حاصل کیا ہوا؟

دنیا اپنی تمام رونقوں کے باوجود عارضی ہے۔ قرآن مجید دنیا کی زندگی کی ناپائیداری کو نہایت خوب صورت تمثیل میں بیان کرتا ہے:

اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ...
''جان لو کہ دنیا کی زندگی کھیل، تماشا، زینت...ہے۔''
(سورۃ الحدید، 57:20)

اس آیت کا حوالہ دنیا کو بے معنی قرار دینے کے بجائے اس کی عارضیت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ زندگی اپنی تمام رنگینیوں کے ساتھ خوب صورت ہے مگر وہ ٹھہرتی نہیں۔

یہی احساس ''ولایت گم گشتہ'' کے عنوان میں بھی چھپا ہوا ہے۔ جو ولایت کبھی نئی تھی وہ یاد بن گئی جو لوگ کبھی روزمرہ زندگی کا حصہ تھے وہ اب قصے اور خاکے بن گئے جو شہر کبھی حال تھے وہ اب ماضی ہیں اور جو لمحے کبھی معمولی تھے وہ اب زندگی کے قیمتی ترین اثاثے معلوم ہوتے ہیں۔

اسی لیے کتاب کا اصل موضوع شاید ''برطانیہ میں پچاس برس'' نہیں بلکہ پچاس برس میں انسان کا بدلنا، سیکھنا، کھو جانا، کسی کا بچھڑ جانا اور یادوں کا دل سے روح تک بسیرا کرنا ہے۔

یہ کتاب اس حقیقت کا ادراک بھی ہے کہ ظاہری صورتیں قائم نہیں رہتیں۔ پھول مرجھاتا ہے مگر خوشبو کا تجربہ باقی رہتا ہے، شام ڈھلتی ہے مگر افق پر اس کا رنگ دیر تک ٹھہرا رہتا ہے۔ انسان بھی اپنی صورت، عمر اور زمانے سے آگے بڑھ کر اپنے اعمال، محبتوں اور لفظوں میں باقی رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس زاویے سے ''آدھی صدی'' گزرے ہوئے وقت کی گنتی نہیں بلکہ فنا کے درمیان معنی کی تلاش کا نام بن جاتی ہے۔

کیونکہ زندگی، دنیا اور اپنے حصے کی روشنی تلاش کرنا بھی ہر انسان کا بنیادی اور قدرتی حق ہے اس لئے قرآن دنیا سے مکمل کنارہ کشی کی دعوت نہیں دیتا۔ سورۃ القصص میں فرمایا گیا:

وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا
''اور دنیا میں اپنے حصے کو نہ بھولو۔''
(سورۃ القصص، 28:77)

یہ جملہ ''ولایت گم گشتہ'' کے انسانی پہلو کو سمجھنے میں بھی مدد دیتا ہے۔ زندگی صرف یاد اور جدائی کا نام نہیں اس میں رفاقت، کام، تخلیق، سفر، سماجی وابستگی، ادب اور خوشی بھی شامل ہیں۔

انسان جہاں رہتا ہے وہاں صرف مکان نہیں بناتا وہ یادیں بناتا ہے۔ وہ زبانیں سیکھتا ہے لوگوں سے ملتا ہے کتابیں پڑھتا ہے ادارے بناتا ہے رشتے قائم کرتا ہے اور پھر ایک دن پلٹ کر دیکھتا ہے تو پوری زندگی ایک کتاب معلوم ہوتی ہے۔

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کی کتاب اسی ''پلٹ کر دیکھنے'' کی کتاب لگتی ہے۔

جیسے دنیا کو ترک کرنا ضروری نہیں اسے صحیح نسبت سے دیکھنا ضروری ہے۔ بازار میں رہ کر دل کو بازار کا اسیر نہ ہونے دینا سفر میں رہ کر منزل کو فراموش نہ کرنا اور زندگی کی نعمتوں سے لطف لیتے ہوئے ان کی ناپائیداری کو بھی یاد رکھنا ایک باطنی توازن ہے۔ ''ولایت گم گشتہ'' میں زندگی اسی توازن کے ساتھ دکھائی دیتی ہے دنیا ایک باغ بھی ہے اور گزرگاہ بھی یہاں پھولوں کو دیکھنا بھی ہے ان کی تازگی سے لطف بھی لینا ہے ان کے فنا کی حقیقت کو فراموش بھی نہیں کرنا اور یہ جاننا بھی ہے کہ موسم ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا۔

---(باقی آئندہ ہفتے)

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کی تصنیف ''ولایتِ گم گشتہ'' کا اجرا

یعقوب نظامی، ڈاکٹر نجم قریشی اور محمد یعقوب راجہ کے علاوہ برطانیہ کی مقتدر علمی و ادبی شخصیات نے تقریب میں شرکت کی، کتاب کے مندرجات، اس کے ادبی محاسن اور معنوی وسعتوں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی

برمنگھم (رپورٹ: سفینہ سلیم): برمنگھم میں معروف برطانوی نژاد پاکستانی ادیبہ، شاعرہ اور انجمن ادبی و ثقافتی تنظیم ''آگہی'' کی بانی و صدر، ڈاکٹر رضیہ اسماعیل ایم بی ای کی گراں قدر تصنیف ''ولایتِ گم گشتہ'' کی شاندار تقریبِ اجراء برمنگھم کے ایک مقامی ہال میں منعقد ہوئی، جس کی صدارت لکھنؤ سے تعلق رکھنے والی معروف ادبی شخصیت اور روزنامہ صحافت کے چیف ایڈیٹر محترم اامیر مہدی نے کی۔ یہ تصنیف نصف صدی پر محیط تجربات، مشاہدات اور حیاتِ مہاجرت کے نشیب و فراز کی ایک دل کش اور معنی خیز روداد ہے جس میں مصنفہ نے اپنے عہد کے اجتماعی حافظے اور تارکین وطن کے شب و روز کو نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا ہے۔

اس ادبی تقریب میں برطانیہ کے مختلف علاقوں سے تشریف لانے والی مقتدر علمی و ادبی شخصیات، جن میں یعقوب نظامی، ڈاکٹر نجم قریشی اور محمد یعقوب راجہ شامل تھے، نے کتاب کے مندرجات، اس کے ادبی محاسن اور معنوی وسعتوں پر سیر حاصل اظہارِ خیال کیا۔ مقررین نے ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کی قادر الکلامی، مشاہدے کی گہرائی اور طرزِ اظہار کی دل نشینی کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے تارکین وطن کے حقیقی تجربات، ان کے شب و روز، مصائب و آلام، کشاکش حیات اور ایک اجنبی معاشرے میں اپنی شناخت برقرار رکھنے کی جدو جہد کو نہایت مؤثر اور دل گداز انداز میں قلم بند کیا ہے۔

اہلِ محفل نے اس امر پر زور دیا کہ ''ولایتِ گم گشتہ'' محض ایک ادبی تصنیف نہیں بلکہ نصف صدی کے معاشرتی تجربات، انسانی احساسات اور مہاجر زندگی کے متنوع پہلوؤں کا ایک اہم دستاویزی حوالہ بھی ہے۔ اس کے مطالعے سے نئی نسل کو اپنے اسلاف کے احوال و آثار، ان کی صعوبتوں، قربانیوں اور کامیابیوں سے آگاہی حاصل کرنے کا موقع میسر آتا ہے۔ مزید برآں، یہ تصنیف ماضی اور حال کے تقابلی مطالعے کی راہ ہموار کرتی ہے تاکہ آج کے نوجوان اس جدو جہد، ایثار اور عزم پیہم کی قدر و منزلت کا صحیح ادراک کرسکیں جس نے برطانیہ میں آباد مہاجر برادریوں کی معاشرتی و ثقافتی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔

تقریب کے دوران اسماعیل اعظم نے ڈاکٹر فرحت عباس کا تحریر کردہ مقالہ پڑھ کر سنایا، جب کہ معروف شاعر و ادیب سہیل ضرار خلش نے ممتاز ادبی شخصیت عقیل دانش کی جانب سے تحریر کردہ مضمون پیش کیا۔ دونوں مقالات میں ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کی تصنیف کے فکری، ادبی اور تہذیبی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی اور اس امر کو اجاگر کیا گیا کہ یہ کتاب مہاجرت کے تجربے، انسانی رشتوں اور بدلتے ہوئے معاشرتی منظرنامے کو سمجھنے میں کس قدر معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

اس موقع پر مرحومہ ڈاکٹر شہناز مزمل کی علمی، تحقیقی اور ادبی خدمات کو بھی خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ حاضرین نے ان کی گراں قدر علمی کاوشوں کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں نہایت محبت، احترام اور نیک جذبات کے ساتھ یاد کیا، اور ان کی شخصیت و خدمات کا تذکرہ محفل کے جذباتی اور یادگار لمحات میں شامل رہا۔

تقریبِ اجراء کے اختتام پر ایک بابرکت محفلِ مشاعرہ کا بھی اہتمام کیا گیا، جس کی صدارت جناب سہیل ضرار نے کی۔ اس محفل میں متعدد نامور شعرا نے اپنا کلام پیش کر کے سامعین کو محظوظ کیا۔ رسمِ اجراء اور محفلِ مشاعرہ، دونوں حصوں کی نظامت پروفیسر محمد رضا نے نہایت خوش اسلوبی، شگفتگی اور عمدہ ادبی انداز میں انجام دی، جس سے تقریب کی دل نشینی اور وقار میں مزید اضافہ ہوا۔ اس موقع پر کتاب کی مصنفہ محترمہ ڈاکٹر رضیہ اسماعیل نے اپنی ایک غزل بھی پیش کی، جسے سامعین نے بے حد پسند کیا اور جو محفل کا حاصل قرار پائی۔

بلاشبہ، ''ولایتِ گم گشتہ'' کی یہ تقریب ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کی ادبی ریاضت، فکری بصیرت اور تخلیقی کاوش کا اعتراف ہونے کے ساتھ ساتھ برطانوی پاکستانی مہاجر معاشرے کی مشترکہ یادداشت، تاریخی تجربات اور تہذیبی ورثے کا جشن بھی تھی۔ یہ تصنیف ان یادوں، محرومیوں، جدو جہدوں، قربانیوں اور کامرانیوں کو محفوظ کرنے کی ایک قابل قدر کوشش ہے جو گزشتہ نصف صدی کے دوران برطانیہ میں آباد پاکستانی تارکین وطن کی اجتماعی داستانِ حیات کا جزو بن چکی ہے۔ یوں یہ محفل اس حقیقت کی مظہر بنی کہ ادب محض جذبات و خیالات کے اظہار کا وسیلہ نہیں، بلکہ تہذیبوں کے مابین رابطے، نسلوں کے درمیان تفہیم اور انسانی تجربات کو تاریخ کے حافظے میں محفوظ رکھنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے، اور ''ولایتِ گم گشتہ'' اسی ادبی و تہذیبی تسلسل کی ایک قابل تحسین کڑی ہے۔

براعظموں اور عشروں کے درمیان ایک روشن پل

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کی ولایتِ گم گشتہ

ڈاکٹر فرحت عباس شاہ

ادب کی دنیا میں کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کا وجود براعظموں کے فاصلے مٹا دیتا ہے اور جن کی زندگی، ان کا فن، اور ان کا کردار ایک ایسے آفاقی پل میں ڈھل جاتا ہے جو نسلوں اور تہذیبوں کے درمیان رابطہ قائم کرتا ہے۔ برمنگھم میں مقیم ممتاز شاعرہ، نثر نگار، سماجی کارکن اور برٹش ممبر آف ایکسیلنس ایوارڈ یافتہ ڈاکٹر رضیہ اسماعیل ان معدودے چند شخصیات میں شامل ہیں۔ ان سے میرا پہلا تعارف 1996 میں عدیم ہاشمی نے ایک دل کو چھو لینے والے شعر کے ساتھ کروایا تھا:

گلابوں کو تم اپنے پاس رکھو
مجھے کانٹوں پہ چلنا آ گیا ہے

اس شعر نے مجھے چونکا دیا، جیسے کسی اجنبی سرزمین کی فضا میں اچانک ایک مانوس خوشبو تیر جائے۔ پھر جب ان کی شاعری اور نثر تک مسلسل رسائی ہوئی، تو اندازہ ہوا کہ یہ آواز محض ایک تخلیق کار کی آواز نہیں بلکہ ایک زندہ روح کی دھڑکن ہے۔

رضیہ اسماعیل کا قلم ایک ایسا کائناتی آلہ ہے جو شعر کی باگ بھی تھامے رکھتا ہے اور نثر کے اسپ کو بھی نرم اشاروں سے مہمیز دیتا ہے۔ ان کی تخلیقات روحانی فضا میں نمو لیتی ہیں، اور قاری کے اندر تہہ در تہہ اترتے ہوئے اپنی خوشبو چھوڑ جاتی ہیں۔

ایسی دنیا میں جہاں سرحدیں اکثر انسانوں کو تقسیم کرتی ہیں، اور جہاں رنگ، زبان اور جغرافیہ کو مختلف خانوں میں بانٹ دیا گیا ہے، وہاں ذاتی کہانی کے ذریعے ایک نیا پل تعمیر کرنا غیر معمولی عمل ہے۔ یہی معجزہ ڈاکٹر رضیہ اسماعیل کی تازہ ترین کتاب ''ولایتِ گم گشتہ'' میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ یہ محض ان کی زندگی کی سرگزشت نہیں بلکہ پانچ عشروں پر محیط ایک تہذیبی اور جذباتی سفرنامہ ہے جس میں یادیں صرف یادیں نہیں رہتیں بلکہ روشنی کی ایک جست بن کر سامنے آتی ہیں۔

یہ کتاب روایتی سوانح عمری کی طرح واقعات کا خشک بیان نہیں کرتی بلکہ واقعات کے اندر بہتے ہوئے احساسات کا وہ اندرونی بہاؤ دکھاتی ہے جو زندگی کو حقیقت سے زیادہ سچائی بنا دیتا ہے۔ یہ تحریر دل کے کونے کونے میں چھپی اُن سرسراہٹوں کو آواز دیتی ہے جنہیں عام طور پر الفاظ سے گرفتار کرنا آسان نہیں ہوتا۔

کتاب کے کچھ ابواب پاکستان کے اُن مناظر، صُورتوں، آوازوں اور سماجی نقشوں سے عبارت ہیں جنھوں نے ان کی ابتدائی شخصیت کی تشکیل کی۔ ان یادوں میں دھوپ کی سنہری کرنیں ہیں، بچپن کی بے ساختگی ہے، گھر کی عورتوں کا وقار، معاشرے کے تضادات، رشتوں کی گرہ بندی، اور زبان کے اندر چھپے ہوئے وہ رموز جو آج بھی ان کے تخلیقی وجود میں دھڑکتے ہیں۔

یہ یادیں محض تاریخ نہیں بلکہ ایک بنیادی خاکہ ہیں، وہ نقشِ اوّلیں جن کی بنیاد پر وہ آگے کی زندگی کی پیچیدگیوں سے نبرد آزما ہوتی ہیں۔

پھر وہ وقت آتا ہے جب زندگی انہیں برطانیہ کے دروازوں پر لا کھڑا کرتی ہے: ایک نئی دنیا، نئی زبان، نئے سماجی اصول، اور ایک مختلف معاشرتی ڈھانچہ۔ لیکن یہی وہ لمحہ ہے جب ان کے اندر کی تخلیق کار، سماجی کارکن اور فیمینسٹ عورت پوری آب و تاب سے نمودار ہوتی ہے۔

''ولایتِ گم گشتہ'' کا اصل جوہر برطانیہ میں ان کے پانچ عشروں کی وہ تہہ دار کہانی ہے جو قاری کو دکھاتی ہے کہ ایک عورت کیسے اجنبی سرزمین میں اپنا گھر بھی بناتی ہے، شناخت بھی، اور نظریہ بھی۔

یہاں وہ نہ صرف اپنی شخصی تطبیق کو بیان کرتی ہیں بلکہ بدلتے ہوئے برطانوی معاشرے کی اجتماعی سانس بھی محسوس کرواتی ہیں۔

وہ ہجرت کو محض نقل مکانی نہیں سمجھتیں، ان کے نزدیک ہجرت ایک ایسا عمیق تجربہ ہے جو انسان کو اندر سے توڑ بھی دیتا ہے اور دوبارہ جوڑ بھی دیتا ہے۔ وہ دکھاتی ہیں کہ وطن سے دور نئے تعلق بنانا، نئی شناخت اپنانا، نئے نظام سے گزرتے ہوئے اپنی روح کو زندہ رکھنا کس قدر مشکل اور کس قدر طاقت بخش تجربہ ہوتا ہے۔

انھوں نے برطانیہ میں سماجی انصاف، خواتین کے حقوق، اور کمیونٹی ویلفیئر کے لیے اپنی زندگی کے سب سے قیمتی سال وقف کیے۔ ان کی تحریر اس بات کا ثبوت ہے کہ ایک عورت اگر چاہے تو اپنے دو براعظموں کو اپنی زندگی کی ایک ہی مالا میں پرو سکتی ہے۔

''ولایتِ گم گشتہ'' کی اشاعت محض ایک ادبی واقعہ نہیں، یہ اردو زبان و ادب، فیمینسٹ فکر، ہجرت کے بیانیے، اور نو آبادیاتی شناخت میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک بنیادی دستاویز ہے۔

یہ کتاب اُن سب کے لیے ضروری ہے جو سمجھنا چاہتے ہیں کہ زندگی کے تیز دھار تجربات کس طرح ایک انسان کی اندرونی دنیا کو بدل دیتے ہیں اور کس طرح وہ اپنے زخموں کو نظریے میں ڈھال کر دوسروں کے لیے روشنی پیدا کرتا ہے۔

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل نہ صرف اپنے معاصر معاشروں کی تاریخ بیان کرتی ہیں بلکہ اس کو اپنی روح کی گرمی، ایک شاعرہ کی بصیرت، اور ایک کارکن کا عزم دے کر زندہ کر دیتی ہیں۔

یہ کتاب آنے والی نسلوں کے لیے ایک روشن سند ہے کہ انسان کا حوصلہ، اس کی محنت، اس کی تخلیق اور اس کی یادداشتیں وقت کے سمندر میں کبھی گم نہیں ہوتیں۔

جس ملک میں ان کی پیدائش ہوئی، وہاں اس کتاب کی اشاعت ایک معنی خیز امر ہے۔ کیونکہ یہ صرف ایک ذاتی داستان نہیں بلکہ ایک ایسی خاتون کی اجتماعی جدو جہد ہے جس نے دونوں ممالک کے بیچ محبت، فہم اور تخلیق کے پل تعمیر کیے۔

یہ کتاب ایک ایسی پاکستانی بیٹی کی گواہی ہے جو دنیا کے کسی بھی کونے میں بھی اپنی زبان، اپنی جڑوں اور اپنے لوگوں سے جڑی رہتی ہے۔

یہ ایک ایسا بین الاقوامی ورثہ ہے جسے آنے والی نسلیں نہ صرف پڑھیں گی بلکہ اس سے اپنے راستے کے لیے روشنی بھی حاصل کریں گی۔

> **ڈاکٹر رضیہ اسماعیل نہ صرف اپنے معاصر معاشروں کی تاریخ بیان کرتی ہیں بلکہ اس کو اپنی روح کی گرمی، ایک شاعرہ کی بصیرت، اور ایک کارکن کا عزم دے کر زندہ کر دیتی ہیں۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں کے لیے ایک روشن سند ہے کہ انسان کا حوصلہ، اس کی محنت، اس کی تخلیق اور اس کی یادداشتیں وقت کے سمندر میں کبھی گم نہیں ہوتیں۔ جس ملک میں ان کی پیدائش ہوئی، وہاں اس کتاب کی اشاعت ایک معنی خیز امر ہے۔ کیونکہ یہ صرف ایک ذاتی داستان نہیں بلکہ ایک ایسی خاتون کی اجتماعی جدوجہد ہے جس نے دونوں ممالک کے بیچ محبت، فہم اور تخلیق کے پل تعمیر کیے۔ یہ کتاب ایک ایسی پاکستانی بیٹی کی گواہی ہے جو دنیا کے کسی بھی کونے میں بھی اپنی زبان، اپنی جڑوں اور اپنے لوگوں سے جڑی رہتی ہے۔ یہ ایک ایسا بین الاقوامی ورثہ ہے جسے آنے والی نسلیں نہ صرف پڑھیں گی بلکہ اس سے اپنے راستے کے لیے روشنی بھی حاصل کریں گی۔**

برطانیہ میں اردو ادب کا نیا باب: تارکین وطن کی تخلیقی آواز

پروفیسر رخسانہ بیگم

برطانیہ کی سرزمین پر اردو ادب ایک نئی اور منفرد شناخت بنا رہا ہے۔ 1950 کی دہائی میں آئے پہلے پاکستانی مہاجرین کے زمانے سے لے کر آج تک، یہاں اردو لکھاریوں نے صرف وطن کی یادیں ہی نہیں لکھیں بلکہ ایک ایسا ادبی ورثہ تخلیق کیا ہے جو مشرق و مغرب کا خوبصورت امتزاج ہے۔ لندن، مانچسٹر، برمنگھم اور لیڈز میں رہنے والے ادیبوں نے اردو کو برطانوی سماج کا آئینہ بنا دیا ہے، جہاں شناخت کا بحران، نسل پرستی، محبت، اور تارکین وطن کی امیدیں ایک ساتھ دکھائی دیتی ہیں۔

جدیدیت کے بانی: لندن میں اردو کا انقلاب

برطانیہ میں اردو ادب کی جدید تاریخ کا آغاز کئی دہائیاں پہلے ہوا اور اس کے محرک کچھ ایسے دانشور تھے جنھوں نے لندن کو اپنا مستقل مسکن بنایا۔

نون میم راشد: اردو جدیدیت کے والد

نون میم راشد، جو N.M. Rashid کے نام سے مشہور ہیں، اردو ادب میں جدیدیت اور آزاد نظم کے بانی سمجھے جاتے ہیں۔ اقوام متحدہ میں خدمات انجام دینے کے بعد 1973 میں انہوں نے انگلینڈ کو اپنا گھر بنایا اور لندن میں ہی وفات پائی۔ راشد نے روایتی غزل کے سخت قالب توڑ کر آزاد نظم متعارف کروائی ایک ایسی نظم جس میں تال اور وزن کی روح برقرار رہتی ہے مگر بندشیں نہیں ہوتیں۔ ان کا پہلا مجموعہ ماورا ایک انقلاب تھا۔ ان کی مشہور نظم حسن کوزہ گر نے ثابت کیا کہ اردو نظم میں نفسیاتی گہرائی اور وجودی بے چینی کو ادا کیا جا سکتا ہے۔ راشد کا تصور آدم ایک ایسا انسان جو جغرافیائی اور مذہبی سرحدوں سے بالاتر ہے آج برطانوی پاکستانی لکھاریوں کی فکر کی بنیاد بن چکا ہے۔

ساقی فاروقی: تارکین وطن کی تلخ آواز

ساقی فاروقی لندن میں مقیم ایک اور عظیم شاعر تھے جو 2018 میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ ان کی زندگی برصغیر سے لندن تک کا سفر تھی پہلے ہندوستان، پھر پاکستان، اور آخر میں برطانیہ۔

فاروقی نے اردو شاعری میں ڈرامیٹک مونولوگ کا ایک منفرد انداز متعارف کروایا۔ انہوں نے روایتی گلاب اور بلبل کے بجائے زخمی بلیاں، مکڑیاں، اور چوہوں جیسے غیر روایتی جانوروں کے استعارے استعمال کیے جدید زندگی کی بربریت، alienation، اور بقا کی جدوجہد کو ادا کرنے کے لیے۔ ان کے مجموعے بہرام کی واپسی، رازوں سے بھرا بستہ، اور انگریزی مجموعہ Nailing Dark Storm برطانوی اردو ادب کی ناقابل فراموش دولت ہیں۔

رالف رسل: برطانوی اردو کے محسن

رالف رسل برطانیہ میں پیدا ہوئے ایک ایسے اسکالر تھے جنہوں نے اپنی زندگی اردو ادب کے مطالعے اور ترجمے میں وقف کر دی۔ لندن میں مقیم رسل نے مغربی دنیا میں اردو ادب کے مطالعے کو institutionalize کیا یعنی اردو ادب کی باقاعدہ تعلیم اور تحقیق کا راستہ ہموار کیا۔ ان کا کام آج بھی برطانوی یونیورسٹیوں میں اردو پروگرامز کی بنیاد ہے۔

معاصر شعراء: دو زبانوں، دو دنیاؤں کا سنگم

برطانیہ میں مقیم نئی نسل کے شعراء نے صرف اردو میں لکھنے کی روایت کو توڑا ہے ان کی شاعری اردو اور انگریزی دونوں میں بہتی ہے، یا پھر ایک ایسی زبان میں جس میں اردو کے ذوق اور انگریزی کے تعبیرات ایک ساتھ ہوتے ہیں۔

امتیاز ڈھارکر: شاعری کا Queen's Gold Medal

امتیاز ڈھارکر ایک عالمی شہرت یافتہ پاکستانی-برطانوی شاعرہ، فنکارہ، اور Queen's Gold Medal for Poetry کی حامل ہیں۔ ان کی شاعری میں gender، جغرافیہ، اور ثقافتی یادوں کے موضوعات کو انتہائی حساس انداز میں ادا کیا گیا ہے۔

2024 میں ان کا انتہائی متوقع مجموعہ Shadow Reader بلڈ ایکس بکس سے شائع ہوا، جسے Poetry Book Society Special Commendation ملی۔ 2025 میں انہیں Guernsey International Poetry Competition کا جج مقرر کیا گیا، اور وہ برطانوی حکومت کی New Year Honours List میں بھی شامل ہوئیں۔ ڈھارکر کی شاعری ثابت کرتی ہے کہ پاکستانی-برطانوی شناخت کوئی کمزوری نہیں، بلکہ ایک تخلیقی طاقت ہے۔

مونیزا علوی: میری خلاؤں کے تحفے

مونیزا علوی لاہور میں پیدا ہوئیں اور برطانیہ میں پرورش پائیں۔ ان کی شاعری برطانوی پاکستانی تجربے کی سب سے صادق تصویر ہے۔ ان کی مشہور نظم Presents from my Aunts in Pakistan دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی ہے ایک نظم جو دو ثقافتوں کے درمیان پلنے والے بچے کی کشمکش کو ادا کرتی ہے۔

علوی کی شاعری diachronic انداز میں ہے یعنی وہ خاندانی تاریخوں، ورثے، اور تعلق کی تلاش میں گہرائی سے جاتی ہیں۔ ان کا کام اردو اور برطانوی دونوں ادبی روایات کا حسین امتزاج ہے۔

سہیما منظور خان: سیاست اور شاعری

ویسٹ یارکشائر سے تعلق رکھنے والی سہیما منظور خان ایک نوجوان spoken-word شاعرہ ہیں جن کی شاعری برطانیہ میں نظامت racism، اسلاموفوبیا، اور دوسری نسل کے برطانوی پاکستانی تجربے کو بے نقاب کرتی ہے۔ ان کی شاعری صرف تخلیق نہیں، بلکہ ایک سیاسی act ہے جو نوجوانوں کو آواز دینے کا کام کرتی ہے۔

ناول نگار جو ڈائسپورا کی کہانی بدل رہے ہیں

برطانوی پاکستانی ناول نگاروں نے دنیا بھر میں award-winning fiction تخلیق کی ہے جو تارکین وطن کی پیچیدگیوں کو عالمی سطح پر اجاگر کرتی ہے۔

کاملا شمسی: Women's Prize جیتنے والی پاکستانی-برطانوی ناول نگار

لندن میں مقیم کاملا شمسی اپنی ناول Home Fire کے لیے Women's Prize for Fiction جیت چکی ہیں ایک ایوارڈ جو پوری دنیا کی خواتین ناول نگاروں کی سب سے بڑی achievement سمجھا جاتا ہے۔ ان کے ناول برطانوی ریاستی پالیسی، ایمان، اور تارکین وطن خاندانوں کے تقاطع پر مرکوز ہیں۔

ندیم اسلم: انگریزی ادب میں لیرکس پروز کا بانی

انگلینڈ میں مقیم ندیم اسلم ایک تنقیدی طور پر سراہے جانے والے ناول نگار ہیں۔ ان کا لیرکس پروز پاکستان کی تاریخ، دہشت گردی کے خلاف جنگ، اور مہاجر تجربے کی عمیق کہانیاں بیان کرتا ہے۔ ان کے ناولوں کو عالمی سطح پر نہ صرف فنی اعتبار سے سراہا جاتا ہے بلکہ ان کی سوشل relevance کی بھی بہت پذیرائی ہوتی ہے۔

قیصرا شہراز MBE: مانچسٹر کی ثقافتی سفیر

مانچسٹر میں مقیم قیصرا شہراز ایک ناول نگار، اسکرپٹ رائٹر، اور ثقافتی کارکن ہیں جنہیں MBE کا اعزاز دیا گیا ہے۔ ان کا پہلا ناول The Holy Woman بائیں ہاتھ سے لکھے جانے والی ایک عورت کی کہانی ہے جس نے Golden Jubilee Award جیتا۔ ان کی کہانی A Pair of Jeans یورپی اسکولوں میں پڑھائی جاتی ہے۔

(جاری)

غزل

پروفیسر محمود رضا، برمنگھم

صدق دل سے جو ترے ہاتھ دعا تک پہنچے
پھر یہ ممکن ہے تیری بات خدا تک پہنچے
سارا گلشن ہی معطر ہو یہ ممکن تب ہے
پہلے تاثیر گلابوں کی ہوا تک پہنچے
کر دے ملبوس کسی ننگے بدن کو تو بھی
اس سے پہلے کہ کوئی ہاتھ قبا تک پہنچے
تیری نعمت کے خزانوں پہ ہیں بندے قابض
رزق پھر کیسے ترا خلق خدا تک پہنچے

غزل

سہیل ضرار خلش (لندن)

عشق کا ایسا ڈر بیٹھا تھا
توبہ کر کے گھر بیٹھا تھا
غلطی سب سے ہوجاتی ہے
میں بھی محبت کر بیٹھا تھا
پھول جھڑا کرتے تھے زباں سے
سینے میں پتھر بیٹھا تھا
چاہ میں تیری مجھ سا وہابی
نذر و نیاز بھی کر بیٹھا تھا
عشق کے ایسے دن بدلے تھے
میں بھی اُس پر مر بیٹھا تھا
دفتر دل کے ہر کمرے میں
یادوں کا افسر بیٹھا تھا
دھونی رمائے پریمی، جوگی
آ کے خلش کے در بیٹھا تھا

غزل

خواجہ محمد عارف۔ برمنگھم برطانیہ

سمجھاؤ گے تم کیسے ہم آشفتہ سروں کو
گھر چھوڑ کے جو آئے تو لوٹے نہ گھروں کو
آنگن میں کوئی پیڑ، نہ دہلیز کا پتھر
کچھ بھی تو نہیں یاد رہا در بدروں کو
مڑ کر نہ کبھی شاخ نشیمن پہ ہم اترے
اک بار جو کھولا تو سمیٹا نہ پروں کو
ہم دل کے کم و کیف پہ ہو جاتے ہیں قربان
لے جائیے سر، آپ تو گنتے ہیں سروں کو
ڈھلتے ہوئے سورج کو رُلاتا ہے وہی خون
محتاج بھی کرتا ہے خدا تاج وروں کو
جس شور سے حق بات کی دبتی ہیں صدائیں
اس شور پہ ہے زعمِ خبر بے خبروں کو
بازارِ محبت میں نہ رکھ سود کی امید
ہم نے تو لٹایا ہے یہاں اصل زروں کو
چلتے ہیں مگر نیند سے بیدار نہیں ہم
احساس نہیں اس کا مرے ہم سفروں کو
پتھر کے گھروندوں میں جو پیدا ہوئے بچے
رہتا ہے سدا ان سے گلہ شیشہ گروں کو
آنکھیں وہ تری راہ میں کر دیں گے نچھاور
دیدار جو ہو جائے ترا دیدہ وروں کو

غزل

ڈاکٹر مہتاب تجلی۔ برمنگھم

تصورات کو جنت بنا کے پُوجا ہے
ترے خیال کو مُورت بنا کے پُوجا ہے
کسی کی خواہش بے جا کی ہو گئی تکمیل
کسی نے مجھ کو ضرورت بنا کے پُوجا ہے
خدا کی یاد کے کچھ وقت بانٹ رکھے ہیں
خود اپنی ذات کو فرصت بنا کے پُوجا ہے
فقیر کہتے ہیں مسجد کے سنگ مر مر سے
کہ لا مکاں کو عمارت بنا کے پُوجا ہے
ہر اک گنہ پہ دیا نیکیوں کا کفارہ
اِسی حساب کو جنت بنا کے پُوجا ہے
شعورِ فکر و نظر سے جو لوگ تھے محروم
انہی کو اہلِ قیادت بنا کے پُوجا ہے
تجلی رسموں کو مذہب بنا لیا ہم نے
روایتوں کو شریعت بنا کے پُو جا ہے

یوپی میں ''ریل'' نہیں ''رئیل'' لائف بنی سی آئی ڈی: وزیر اعلیٰ

لکھنؤ: اترپردیش اسٹیٹ انسٹی ٹیوٹ آف فارنسک سائنس میں بین الاقوامی کانفرنس کا افتتاح کرنے اور کتاب ''اے آئی ان کنسٹرکشن'' کا اجراء کرنے کے بعد کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ۔

لکھنؤ: (پی این ایس) انصاف میں فرانزک سائنس کی افادیت کا حوالہ دیتے ہوئے وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ نے کہا کہ ماضی میں، لوگ ٹیلی ویژن پر دیکھتے تھے کہ کس طرح بال یا انگلی کے نشان کی بنیاد پر مجرم کا سراغ لگایا جاسکتا ہے۔ اب سی آئی ڈی کی ''ریل'' لائف یوپی میں ''رئیل لائف'' بن گئی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مصنوعی ذہانت (AI) اور ڈیپ فیکس جیسی ٹکنالوجی کے دور میں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ مجرمانہ بھیس میں کتنی ہی ٹیکنالوجی کیوں نہ ہو، اترپردیش کی سائنسی اور قانونی صلاحیتوں سے پردہ اٹھ جائے گا۔ ہفتہ کو لکھنؤ میں اترپردیش اسٹیٹ انسٹی ٹیوٹ آف فارنسک سائنس (UPSIFS) میں منعقدہ تین روزہ بین الاقوامی کانفرنس، ٹیک سنگم 2026 سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے کہا کہ اس طرح کی جانچ اب فرانزک سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے حقیقی زندگی میں ممکن ہو رہی ہیں۔ انصاف میں تاخیر کا ذکر کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے ایک مافیا کے کیس کا حوالہ دیا جس نے اپنا پہلا جرم 1980 میں کیا تھا لیکن شواہد کی کمی اور ڈی این اے کے نمونے تلف ہونے کی وجہ سے اسے 42 سال بعد صرف 2022 میں سزا سنائی گئی۔ AI مددگار ہو سکتا ہے، لیکن یہ فیصلہ کن نہیں ہونا چاہیے۔ ٹکنالوجی کو انسانی صوابدید پر چلنا چاہیے، بجائے اس کے کہ انسان ٹیکنالوجی پر انحصار کرے۔ AI پر مکمل انحصار مستقبل میں ایک بحران بن سکتا ہے۔ سائنسی شواہد، فرانزک انویسٹی گیشن اور جدید ٹیکنالوجی کے انضمام سے نہ صرف جرائم کی تحقیقات کو مزید موثر بنایا جائے گا بلکہ انصاف میں تاخیر میں بھی کمی آئے گی۔ اس موقع پر وزیر اعلیٰ نے لیکس کیو سینٹر آف ایکسی لینس کا افتتاح کیا جو کوانٹم فرانزک اور قانونی تعمیل کے شعبے میں کام کرتا ہے۔ انہوں نے کنسنٹ مینجمنٹ پورٹل بھی لانچ کیا، ابھیدیا پراجیکٹ کا سنگ بنیاد رکھا، اور کتاب "AI in Construction" کا اجرا کیا۔ ریاست میں امن و امان میں ہونے والی تبدیلیوں کا ذکر کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے وضاحت کی کہ تقریباً 100 ایکڑ زمین جس پر آج عالمی معیار کا فارنسک انسٹی ٹیوٹ کھڑا ہے لکھنؤ میں ایک بڑے لینڈ مافیا کا قبضہ تھا۔ اس وقت پولیس اس معاملے میں موثر کارروائی کرنے میں ناکام رہی تھی۔ 2017 میں پولیس افسران سے اطلاع ملنے کے بعد تحقیقات کی گئی اور لینڈ مافیا کے خلاف ایف آئی آر درج کی گئی۔ دوسری ایف آئی آر درج ہوتے ہی مافیا نے ہتھیار ڈال دیے اور زمین واگزار کر دی۔ وزیر اعلیٰ نے وضاحت کی کہ نئے فوجداری قوانین کے تحت سات سال سے زائد سزا پانے والے جرائم میں فرانزک شواہد اکٹھے کرنے پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔ اس ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے ریاست کے تمام 18 پولیس رینجز میں فرانزک لیب تیار کی جارہی ہیں۔ ان میں سے 12 لیبز مکمل ہوچکی ہیں جبکہ چھ دیگر آخری مراحل میں ہیں۔ مزید برآں، جائے وقوعہ پر شواہد اکٹھے کرنے اور تحقیقات کو تیز کرنے میں مدد کیلئے 150 سے زیادہ فرانزک وینیں تعینات کی گئی ہیں۔ مقصد سائنسی شواہد کی بنیاد پر تحقیقات کو مضبوط بنانا اور عدالتی کارروائیوں میں غیر ضروری تاخیر کو کم کرنا ہے۔

وزیر اعلیٰ نے کہا کہ موجودہ دور میں ڈیٹا اور ٹیکنالوجی ترقی کے اہم ستون بن چکے ہیں۔ انہوں نے ڈیٹا کو نئے تیل کے طور پر بیان کیا (جس طرح 20ویں صدی میں خام تیل معیشت اور تجارت کا سب سے طاقتور ڈرائیور تھا، اسی طرح 21ویں صدی میں ڈیٹا سب سے اہم ہے) اور کہا کہ اترپردیش AI اور ڈیٹا سینٹرز کا ایک بڑا مرکز بننے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ریاستی حکومت کا مقصد 2030 تک ریاست میں 5 گیگا واٹ ڈیٹا سینٹر کی صلاحیت کو تیار کرنا ہے۔ اس مقصد کے لیے پانچ بڑے ڈیٹا سینٹر کلسٹروں کو تیار کرنے کا کام جاری ہے۔ انہوں نے نوئیڈا میں شمالی ہندوستان کے پہلے سیمی کنڈکٹر فیب یونٹ کے قیام کا بھی ذکر کیا، یہ بتاتے ہوئے کہ ڈیٹا سینٹرز، سیمی کنڈکٹرز، سائبر سکیوریٹی، اور اے آئی جیسے شعبوں میں سرمایہ کاری سے ریاست کی تکنیکی صلاحیتوں میں اضافہ ہوگا اور نئے مواقع پیدا ہوں گے۔

اسکول بس کی ٹکر سے زخمی نوجوان کی 10 دن بعد موت

لواحقین نے معاوضے کے مطالبات پورے ہونے تک لاش کو جلانے سے کیا انکار

لکھنؤ: (پی این ایس) تیلی باغ علاقے میں اسکول بس کی ٹکر سے شدید زخمی نوجوان کی 10 روز بعد دوران علاج موت ہوگئی۔ اس کی موت سے خاندان میں کہرام مچا ہے۔ لواحقین نے معاوضے کے مطالبات پورے ہونے تک لاش کو جلانے سے انکار کر دیا ہے۔ ان کی اہلیہ نے اسکول انتظامیہ سے 1 کروڑ روپے معاوضے اور اپنے تین بچوں کے لیے نوکریوں کا مطالبہ کیا ہے۔

دیویندر کمار (45) جو برولی کا رہنے والا تھا، ٹھیکیدار کے طور پر کام کرتا تھا۔ اس کے تین بچے ورنداون سیکٹر 9 کے این کے ایم اسکول میں پڑھتے ہیں۔ اہل خانہ کے مطابق، 14 اکتوبر کو دوپہر ایک بجے کے قریب، دیویندر اپنی موٹر سائیکل پر اپنے بچوں کی اسکول کی فیس جمع کرانے جا رہے تھے کہ ورنداون سیکٹر 12 چوراہے کے قریب ایک آنے والی اسکول بس اس کی موٹر سائیکل سے ٹکرا گئی۔ حادثے میں دیویندر شدید زخمی ہو گیا۔ حادثے کے بعد دیویندر کو ٹراما سینٹر میں داخل کرایا گیا اور 24 اکتوبر کی رات علاج کے دوران اس کی موت ہوگئی۔ ان کی موت کی اطلاع ملتے ہی اہل خانہ میں کہرام مچ گیا۔ جس کے بعد اہل خانہ نے معاوضے کے مطالبے کو لے کر لاش کی آخری رسوم ادا کرنے سے انکار کر دیا۔

دیویندر کی بیوی کرانتی نے اسکول انتظامیہ سے 1 کروڑ روپے کے معاوضے اور اپنے تین بچوں کے لیے نوکریوں کا مطالبہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مطالبات کا فیصلہ خاندان کے مستقبل کو دیکھتے ہوئے کیا جانا چاہیے۔ انسپکٹر سنیل سنگھ نے بتایا کہ اہل خانہ کو راضی کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور بات چیت جاری ہے۔ اسکول بس حادثے میں ہلاک ہونے والے دیویندر کمار کی اہلیہ کرانتی سنگھ نے بس کی قانونی حیثیت کو لے کر سنگین الزامات لگائے ہیں۔ پولیس کو دی گئی اپنی شکایت میں، اس نے الزام لگایا کہ جس اسکول بس میں اس کا شوہر حادثہ میں ملوث تھا وہ بیمہ نہیں تھی اور اس کی فٹنس اور رجسٹریشن کی میعاد ختم ہوچکی تھی۔

چمپت رائے کی گرفتاری کیوں نہیں؟

سنجے سنگھ کا بی جے پی پر حملہ

لکھنؤ: (پی این ایس) عام آدمی پارٹی کے راجیہ سبھا ممبر پارلیمنٹ سنجے سنگھ نے رام مندر کی تعمیر اور بھگوان شری رام کے نام پر دیے گئے نذرانے میں بدعنوانی کا الزام لگاتے ہوئے بی جے پی حکومت کو نشانہ بنایا۔

انہوں نے سوال کیا کہ چمپت رائے اور انل مشرا جیسے مبینہ ملزمان کو گرفتار کیوں نہیں کیا گیا؟ انہوں نے الزام لگایا کہ کارروائی کرنے کے بجائے معاملے کو چھپایا جا رہا ہے۔ سنجے سنگھ ہفتہ کو ایودھیا کے ہوائی اڈے پر پہنچے، سابق ریاستی صدر سبھاجیت سنگھ اور پارٹی کارکنوں نے ان کا استقبال کیا۔ یہاں انہوں نے رام مندر کی تعمیر، زمین اور زیورات سے متعلق معاملات میں بدعنوانی کا الزام لگایا۔ سنجے سنگھ نے اترپردیش کی ووٹر لسٹ میں بے ضابطگیوں کا بھی الزام لگایا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ بغیر علم کے 1.3 لاکھ نام شامل کیے گئے۔ انہوں نے یہ بھی الزام لگایا کہ 85,854 ووٹروں کے نام خودکار طریقے سے تیار کردہ فارم 7 کے ذریعے حذف کر دیئے گئے۔ ان ناموں میں سے 90 فیصد کا تعلق اقلیتی برادریوں سے تھا۔ سماج وادی پارٹی کے ترجمان راجکمار بھاٹی کے بیان پر ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے سنجے سنگھ نے کہا کہ بھاٹی پہلے ہی اپنی وضاحت پیش کر چکے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ بھاٹی نے کہا ہے کہ وہ ہندو مذہب میں پیدا ہوئے تھے اور اپنی زندگی اسی مذہب میں گزاریں گے۔ ایودھیا ہوائی اڈے سے سنجے سنگھ سدھارتھ نگر کے لیے روانہ ہوئے، جہاں وہ ایک پروگرام میں شرکت کرنے والے ہیں۔

یوپی 2027 میں اتحاد کی حکومت بنائے گی کانگریس

آرادھنا مشرا 'مونا' نے اپنا مقصد ظاہر کیا

لکھنؤ: کانگریس نے 2027 کے اترپردیش اسمبلی انتخابات کے لیے اپنی حکمت عملی واضح کر دی ہے۔ پارٹی کی نو مقرر کردہ ریاستی صدر آرادھنا مشرا مونا نے کہا کہ ان کا بنیادی مقصد آل انڈیا اتحاد کو مضبوط کرنا اور ریاست میں مخلوط حکومت بنانا ہے۔ انہوں نے یہ بھی واضح کیا کہ اگر حکومت بنتی ہے تو تمام اتحادی اس میں شامل ہوں گے۔ 52 سالہ مونا نے سیٹوں کی تقسیم کو لے کر سماج وادی پارٹی (ایس پی) کے ساتھ کسی بھی تنازعہ سے انکار کیا۔ انہوں نے کہا کہ دونوں جماعتوں کی قیادت جلد ہی اس معاملے پر اپنی پوزیشن واضح کرے گی۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ کانگریس کی حمایت میں اضافہ ہوا ہے اور پارٹی 2024 کے لوک سبھا انتخابات کے مقابلے 2027 کے اسمبلی انتخابات میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرے گی۔ مونا نے ایس پی کے ساتھ سیٹ شیئرنگ پر کیا کہا؟ 2027 کے اسمبلی انتخابات میں سیٹوں کی تقسیم کو لے کر سماج وادی پارٹی کے ساتھ ممکنہ ٹکراؤ کے بارے میں، آرادھنا مشرا (مونا) نے کہا، ''بالکل کوئی ٹگ آف وار نہیں ہے۔ کوئی اختلاف نہیں ہے، اور دونوں پارٹیوں کی قیادت بہت جلد اپنی پوزیشن واضح کرے گی۔''

2024 کے لوک سبھا انتخابات میں کانگریس نے اتحاد کے حصہ کے طور پر اترپردیش میں 17 سیٹیں جیتیں۔ اس کی بنیاد پر سوال پوچھا گیا کہ کیا 2027 کے اسمبلی انتخابات کے لیے کانگریس کی بولی صرف 85 سیٹوں تک محدود رہے گی۔ مونا نے جواب دیا، ''ایسا نہیں ہے کہ ان سیٹوں کے علاوہ کہیں بھی کانگریس کی موجودگی نہیں ہے۔ کانگریس کی حمایت کی بنیاد میں اضافہ ہوا ہے۔ ایک فارمولہ بنانا قیادت کا کام ہے۔ ہمیں قیادت کو اپنی حقیقی پوزیشن سے آگاہ کرنا ہوگا۔'' انہوں نے کہا کہ پارٹی اور انڈیا الائنس میں اس کے اتحادیوں نے 2024 کے لوک سبھا انتخابات میں ان سیٹوں پر تندہی سے کام کیا۔ ان کے بقول اتحاد اب بھی ایمانداری سے اپنے مقصد کی طرف بڑھ رہا ہے۔ مونا نے سیٹوں کی تقسیم پر تنازعہ کے امکان کو مسترد کرتے ہوئے کہا، ''انڈیا الائنس اترپردیش کیلئے نہیں بلکہ پورے ملک کیلئے بنایا گیا تھا۔ اتحادی سیاست میں کبھی آپ کو اور کبھی اتحادی کو سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔ دونوں پارٹیوں کی قیادت مثبت بات کرتی ہے، اور کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔'' مودی کی انا 2024 میں بکھر گئی، 2027 میں بہتر کارکردگی کا دعویٰ: 2024 سے پہلے انتخابات میں کانگریس کی متوقع کامیابی کی کمی اور پارٹی کی زمینی صورتحال کے بارے میں سوالات کے جواب میں مونا نے تنظیم کے کام کاج کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ 2019 میں پرینکا گاندھی کے اترپردیش کے وسیع دورے کے بعد تنظیم کو مضبوط بنانے کے لیے بھرپور کام کیا گیا۔

مردہ مریض کو پانچ دن تک وینٹی لیٹر پر رکھا، وصولے 5 لاکھ روپے

لکھنؤ: (پی این ایس) ٹھاکر گنج کے ایک نجی اسپتال میں ایک مردہ مریض کو پانچ دن تک وینٹی لیٹر پر رکھا گیا، یہ دعویٰ کیا گیا کہ وہ زندہ ہے۔ تیمارداروں سے 5 لاکھ روپے وصول کیے گئے۔ قومی انسانی حقوق کمیشن نے اس شکایت کا نوٹس لیا اور میڈیکل ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ کے پرنسپل سکریٹری وی ہیکلی جھموی کو جانچ کرنے کی ہدایت دی اور ضلع مجسٹریٹ کو سمن جاری کر کے جواب طلب کیا۔ ڈینگو سے متاثر سیتاپور کے اٹیریا دریا پور گاؤں کے رہنے والے وشال پانڈے کو 20 اکتوبر 2024 کو ٹھاکر گنج کے اسپتال میں داخل کرایا گیا تھا۔ حالت بگڑنے پر انہیں وینٹی لیٹر پر رکھا گیا تھا۔ اہل خانہ نے الزام لگایا کہ وشال کو موت کے بعد بھی پانچ دن تک وینٹی لیٹر پر رکھا گیا۔ جب وہ زبردستی وارڈ میں داخل ہوئے تو وشال کو مردہ پایا۔ اس کے جسم سے بدبو آرہی تھی۔ جس کے بعد گھر والوں نے ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ وشال کے جاننے والے مہاراشٹر کے تھانے رہائشی آصف عابد خان نے قومی انسانی حقوق کمیشن میں شکایت درج

کرائی۔ 21 جنوری 2025 کو کمیشن نے ضلع مجسٹریٹ کو رپورٹ پیش کرنے کی ہدایت کی۔ 22 اگست 2025 کو کمشنر آف پولیس کو کمشنریٹ سے ایک رپورٹ موصول ہوئی۔ اس میں طبی ماہر کی رائے لینے کا ذکر ہے۔ 30 جنوری 2026 کو ڈی ایم کو دو ہفتوں کے اندر رپورٹ فراہم کرنے کی ہدایت کی گئی، لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ اس پر کمیشن نے برہمی کا اظہار کیا۔ ڈی ایم کو انسانی حقوق کے تحفظ کے قانون کے تحت سمن جاری کیا گیا تھا۔ کمیشن نے ڈی ایم کو ہدایت دی کہ وہ رپورٹ کے ساتھ 8 دسمبر کو صبح 11 بجے نئی دہلی میں کمیشن کے سامنے حاضر ہوں۔ یہ بھی کہا گیا کہ اگر رپورٹ یکم دسمبر تک فراہم کی جاتی ہے تو ذاتی طور پر پیش ہونے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ سی ایم او ڈاکٹر این بی سنگھ نے کہا کہ انسانی حقوق کمیشن نے جانچ رپورٹ کی درخواست کی ہے اور اسے تیار کیا جا رہا ہے۔ شکایت کنندہ کو اپنا بیان ریکارڈ کرانے کے لیے کئی بار خط بھیجے گئے لیکن وہ نہیں آئے۔ پورے معاملے کی رپورٹ بھیجی جارہی ہے۔

اکھلیش یادو نے وزیر اعلیٰ یوگی کو بتایا درانداز

شردھا کے ساتھ کھلواڑ کرنے کا لگایا الزام

لکھنؤ: (پی این ایس) 2027 کے یوپی انتخابات کو لے کر ایس پی اور بی جے پی کے درمیان پوسٹر وار اور سیاسی بیان بازی تیز ہوگئی ہے۔ ایس پی سربراہ اکھلیش یادو کا ایک بیان سامنے آیا ہے جس میں انہوں نے سی ایم یوگی آدتیہ ناتھ کو درانداز قرار دیا ہے۔ انہوں نے شیوا شرما قتل کیس کو لے کر شردھا دوبے پر بھی حملہ کیا۔ ہفتہ کو اکھلیش یادو نے کہا کہ چینلوں میں

انوسمنٹ کے ذریعہ درانداز آگئے ہیں۔ اترپردیش میں سب سے زیادہ دراندازی اتراکھنڈ سے ہے۔ گھس پیٹیا ڈیفائن کرنا پڑے گا، لیکن ان کا طرز عمل اور زبان ہندوستانیت کو کمزور نہیں کر سکتا۔ وہ ہندوستانیت کو تباہ کرنے کی مسلسل کوشش کر رہے ہیں۔ عوام اب سمجھ چکے ہیں کہ انہوں نے عقیدے کے ساتھ کس طرح چھیڑ چھاڑ کی ہے۔ مسکراتے ہوئے اکھلیش یادو نے مزید کہا کہ عوام سمجھ چکے ہیں کہ انہوں نے عقیدے کے ساتھ کس طرح چھیڑ چھاڑ کی ہے۔ وہ شیوا شرما قتل کیس کی ملزمہ شردھا دوبے کا حوالہ دے رہے تھے۔ انہوں نے میڈیا کو بتایا کہ یہاں سب جانتے ہیں۔ میڈیا سے سوال کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بتاؤ کون نہیں جانتا کہ کتنی عقیدے کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ انہوں نے ایک میڈیا پرسن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ کیا آپ نہیں جانتے سب کے چہرے بتاتے ہیں پریس والے بھی جانتے ہیں۔ یہ پہلا موقع نہیں ہے جب اکھلیش یادو نے سی ایم یوگی آدتیہ ناتھ کو درانداز کہا ہو۔ اس سے پہلے 13 اکتوبر 2025 کو اکھلیش یادو نے بھی سی ایم یوگی کو درانداز کہا تھا۔ اکھلیش یادو نے بی جے پی پر دراندازی کے اعداد و شمار کے ذریعے خوف اور غلط معلومات پھیلانے کا بھی الزام لگایا۔

لکھنؤ: کسانوں، مزدوروں، دیہاتیوں اور دیگر کے مسائل کو لے کر پروتن چوک سے ڈی ایم آفس تک مارچ کرنے والے بھارتیہ کسان یونین (شرمک جن شکتی) کے ارکان کو پولیس نے روک دیا۔

نوئیڈا کے کیفے میں گیس لیک ہونے سے لگی زبردست آگ

نوئیڈا: اترپردیش کے نوئیڈا کے سیکٹر 125 میں ہفتہ کو ایک کیفے میں زبردست آگ لگ گئی، جس سے بڑے پیمانے پر خوف و ہراس پھیل گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ گیس سلنڈر لیک ہونے سے آگ لگی اور آگ کے شعلے تیزی سے پھیل گئے اور آس پاس کی دیگر دکانوں کو بھی لپیٹ میں لے لیا۔ واقعے کے بعد علاقے میں دھوئیں کے گہرے بادل اٹھ گئے جس سے لوگوں میں خوف وہراس پھیل گیا۔ خوش قسمتی سے، کسی زخمی یا ہلاکت کی کوئی اطلاع نہیں ہے۔ ابتدائی اطلاعات کے مطابق نوئیڈا کے سیکٹر

125 میں واقع ایک پرائیویٹ کیفے میں گیس کے اخراج کے بعد اچانک آگ بھڑک اٹھی۔ ابتدائی طور پر، آگ کیفے تک محدود تھی، لیکن لمحوں میں، آگ کے شعلے تیزی سے پھیل گئے، اور تین سے چار دیگر قریبی دکانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

آسمان میں چھایا دھوئیں کا غبار، مچی افرا تفری: آگ لگنے کے بعد جائے وقوعہ کو دھوئیں کے ایک موٹے بادل نے اپنی لپیٹ میں لے لیا جو دور سے صاف دکھائی دے رہا تھا۔ جس کی وجہ سے جائے وقوعہ کے اردگرد بڑی بھیڑ جمع ہو گئی جس سے مقامی لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ خوفناک شعلوں کو دیکھ کر قریبی دکانوں میں موجود لوگوں نے بھی فوری طور پر اپنی حفاظت کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کیں۔ آگ لگنے کی اطلاع ملتے ہی فائر بریگیڈ کو فوری طور پر الرٹ کر دیا گیا جس کے بعد فائر بریگیڈ کی گاڑیاں فوری طور پر جائے وقوعہ پر پہنچیں اور آگ پر قابو پانے کیلئے آپریشن شروع کر دیا۔ فائر بریگیڈ کے چیف آفیسر پردیپ چوبے کے مطابق آگ سے متاثر ہونے والی دکانوں اور وہاں رکھے سامان کی قسم کی تفصیلات ابھی تک پوری طرح سے معلوم نہیں ہیں۔ آگ سے ہونے والے معاشی نقصان کا صحیح اندازہ تب ہی لگایا جا سکے گا جب آگ پر مکمل قابو پالیا جائے گا۔

فائر بریگیڈ کی تین گاڑیاں اس وقت جائے وقوعہ پر موجود ہیں۔ فائر فائٹرز آگ کو بجھانے اور اسے دیگر قریبی عمارتوں تک پھیلنے سے روکنے کے لیے انتھک محنت کر رہے ہیں۔ جائے وقوعہ پر مقامی پولیس اور فائر ڈپارٹمنٹ کی ٹیمیں صورتحال پر گہری نظر رکھے ہوئے ہیں۔ آس پاس کے مکینوں کی حفاظت کو سب سے مقدم رکھتے ہوئے تمام ضروری اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ اگرچہ ابتدائی تحقیقات میں آگ لگنے کی بنیادی وجہ گیس سلنڈر لیک ہونے کی نشاندہی کی گئی ہے، تاہم آگ لگنے کے اصل حالات اور وجوہات تفصیلی تحقیقات کے بعد ہی پوری طرح سمجھ سکیں گے۔

جمعیت سدبھاؤنا منچ میرٹھ کے زیر اہتمام سدبھاؤنا سمیلن منعقد

ہندو، مسلم، سکھ اور عیسائی طبقوں کی سرکردہ شخصیات کی شرکت، چھ ماہ میں 200 نکڑ میٹنگیں منعقد کرنے کا فیصلہ

میرٹھ: (محبوب الحسن مظفرنگری) معاشرے میں پھیل رہی نفرت کو ختم کرنے اور امن، بھائی چارے، باہمی رواداری اور سماجی ہم آہنگی کا پیغام گھر گھر پہنچانے کے مقصد سے جمعیت سدبھاؤنا منچ میرٹھ کے زیر اہتمام ہفتہ کے روز چیمبر آف کامرس، بمبئی بازار، ہنومان چوک، میرٹھ کینٹ میں سدبھاؤنا سمیلن منعقد کیا گیا۔ سمیلن میں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والی سرکردہ شخصیات نے شرکت کی اور معاشرے میں محبت، باہمی احترام اور اتحاد و یکجہتی کو فروغ دینے کی ضرورت پر زور دیا۔ سمیلن کی صدارت مفتی جنید قاسمی، صدر جمعیت علماء شہر میرٹھ نے کی، جبکہ نظامت کے فرائض مفتی ارشد صاحب نے انجام دیے۔ جمعیت علماء ہند کے جنرل سکریٹری مولانا حکیم الدین صاحب اور ڈاکٹر پربھات رائے نے بحیثیت مہمانانِ خصوصی شرکت کی۔

اس موقع پر سردار سربجیت سنگھ کپور، ڈینیئل مسیح، مہاتما گیان داس، بدھ بھکشو شرمن سنگھ جیوتی، سردار ڈاکٹر کرمیندر سنگھ، میجر ہمانشو، گجیندر رپائل، پروین بھارتی ایڈوکیٹ، عبدالجبار ایڈوکیٹ، رؤف الحسن انصاری ایڈوکیٹ، ڈاکٹر شمس الدین، سردار دھرم سنگھ ستیال، سدیپ کمار جین، سچن چودھری ایڈوکیٹ، معروف گاندھی،

عمران قریشی ایڈوکیٹ اور مولانا عباس سمیت مختلف مذاہب اور طبقات کی متعدد معزز شخصیات نے شرکت کی۔ سمیلن کا بنیادی مقصد معاشرے میں بڑھتی ہوئی نفرت اور دوریوں کو ختم کر کے مختلف مذاہب اور طبقات کے درمیان محبت، بھائی چارے اور باہمی اعتماد کو مضبوط بنانا تھا۔ اس موقع پر اس بات کو اہمیت دی گئی کہ امن و ہم آہنگی کا پیغام صرف اجتماعات اور تقریبات تک محدود نہ رہے، بلکہ اسے گلی، محلوں اور گھر گھر تک پہنچایا جائے، تاکہ معاشرے میں ایک دوسرے کے تئیں احترام، رواداری اور خیر خواہی کے جذبات فروغ پائیں۔

سمیلن میں اس ضرورت کو اجاگر کیا گیا کہ مختلف مذاہب اور طبقات کے افراد ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کریں، غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے باہمی رابطے اور مکالمے کو فروغ دیں اور اختلافات کے باوجود امن و اتحاد کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں۔ معاشرے میں پائیدار امن اسی وقت قائم ہوسکتا ہے جب تمام شہری باہمی احترام، تعاون اور مشترکہ سماجی ذمہ داریوں کو اہمیت دیں۔

سمیلن میں سدبھاؤنا کے پیغام کو عام کرنے کیلئے ایک عملی منصوبہ بھی طے کیا گیا۔ فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ چھ ماہ کے دوران مختلف سماجی طبقات کے محلوں اور گلیوں میں جا کر تقریباً 200 نکڑ میٹنگیں منعقد کی جائیں گی، جن کے ذریعے لوگوں کو امن، بھائی چارے، مذہبی رواداری اور سماجی ہم آہنگی کے تئیں بیدار کیا جائے گا۔

باغپت میں گنے کے کھیت میں ملی خاتون کی لاش، 22 اکتوبر سے تھی لاپتہ

باغپت: (پی این ایس) ضلع کے ایک گاؤں سے دو دن پہلے لاپتہ ہونے والی ایک خاتون کی لاش ہفتہ کو بجراول-واجد پور روڈ پر گنے کے کھیت سے برآمد ہوئی، جس سے علاقے میں ہنگامہ مچ گیا۔ متوفی خاتون 22 اکتوبر سے لاپتہ تھی۔ اطلاع ملنے پر پولیس نے لاش کو قبضے میں لے کر پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دیا اور حادثے کی جانچ شروع کر دی۔ ادھر خاتون کے والدین نے اپنے شوہر پر قتل کا الزام لگایا ہے۔ سی او بڑوت انشوجین کے مطابق، خاتون کی شادی تقریباً تین سال قبل مظفرنگر ضلع کے ایک فوجی سے ہوئی تھی۔ بڑھتی ہوئی ازدواجی تنازعات کی وجہ سے وہ گزشتہ دو سالوں سے اپنے والدین کے گھر رہ رہی تھی۔ وہ 22 اکتوبر کو لاپتہ ہوگئی تھیں۔ اس کے گھر والوں نے اس کی تلاش کی لیکن وہ نہ مل سکی۔ ہفتہ کو بجراول-واجد پور روڈ پر گنے کے کھیت میں ایک خاتون کی لاش پڑی ہوئی ملی۔ نعش ملنے سے علاقہ میں کہرام مچ گیا۔ جائے وقوعہ پر لوگوں کا ہجوم جمع ہوگیا۔ اطلاع ملنے پر پولیس نے موقع پر پہنچ کر ضروری کارروائی کی اور لاش کو پوسٹ مارٹم کیلئے بھیج دیا۔ خاتون کی موت کی اطلاع ملتے ہی اس کے ماموں نے اس کے شوہر پر قتل کا الزام لگایا ہے۔ تاہم، اس کی موت کے صحیح حالات ابھی تک واضح نہیں ہیں۔ پولیس پوسٹ مارٹم رپورٹ اور دیگر حقائق کی بنیاد پر کیس کی تفتیش کر رہی ہے۔ پولیس کا کہنا ہے کہ تحقیقات کے بعد ہی موت کی وجہ اور واقعے کے دیگر پہلو واضح ہوں گے۔

جیشِ محمد سے مبینہ روابط کے الزام میں 33 سالہ ریپیڈو رائیڈر گرفتار

مسعود اظہر کی تقاریر کی آڈیو کلپس ٹیلی گرام پر شیئر کرنے کا الزام، سوشل میڈیا کی 39 پوسٹس اور تبصروں کی جانچ

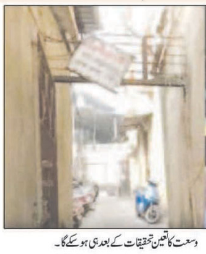

ممبئی: مہاراشٹر اینٹی ٹیررسٹ اسکواڈ (اے ٹی ایس) نے ممبئی کے ماہم علاقے سے 33 سالہ شخص محمد حسن ابو سرمد اختر کو ممنوعہ دہشت گرد تنظیم جیشِ محمد (JeM) سے مبینہ روابط اور سوشل میڈیا پر اشتعال انگیز مواد پھیلانے کے الزام میں گرفتار کیا ہے۔ ملزم ریپیڈو بائیک ٹیکسی چلانے کے ساتھ پرفیوم فروخت کرنے کا کام بھی کرتا تھا۔ پولیس اب اس کے مبینہ بیرونِ ملک رابطوں اور آن لائن سرگرمیوں کی تفصیلی جانچ کر رہی ہے۔

ٹیلی گرام گروپ میں مسعود اظہر کی تقاریر

انڈین ایکسپریس کی رپورٹ کے مطابق، اے ٹی ایس کی کالا کھوڑی یونٹ نے خفیہ اطلاع کی بنیاد پر 21 اکتوبر کو ماہم میٹرو اسٹیشن کے قریب ملزم کو حراست میں لیا تھا۔ تفتیش کے دوران ایجنسی کو مبینہ طور پر ٹیلی گرام کے ایک گروپ میں جیشِ محمد کے سربراہ مسعود اظہر کی تقاریر کی دو آڈیو ریکارڈنگز ملیں۔ یہ ریکارڈنگز یکم جون کو شیئر کیے جانے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک کا تعلق بابری مسجد کے موضوع سے بتایا گیا ہے۔

پاکستانی انٹیلی جنس سے رابطوں کا شبہ

تفتیشی حکام کو شبہ ہے کہ ملزم پاکستانی انٹیلی جنس سے وابستہ افراد کے رابطے میں تھا۔ اے ٹی ایس کے مطابق، وہ مبینہ طور پر 'ابنِ قاسم' نامی ٹیلی گرام چینل کو بھی سبسکرائب کیے ہوئے تھا، جسے تفتیشی ایجنسی نے انتہا پسندانہ پروپیگنڈے سے منسلک قرار دیا ہے۔ تاہم ان مبینہ روابط کی نوعیت اور وسعت کا تعین تحقیقات کے بعد ہی ہو سکے گا۔

وزیر اعظم کے خلاف مبینہ اشتعال انگیز تبصرہ

پولیس کے مطابق، ملزم کے سوشل میڈیا اکاؤنٹس، بالخصوص ایکس، انسٹاگرام اور ٹیلی گرام پر متعدد قابلِ اعتراض تبصرے بھی سامنے آئے ہیں۔ ان میں بعض تبصروں پر مذہبی منافرت پھیلانے اور تشدد پر اکسانے کا شبہ ظاہر کیا گیا ہے۔ تفتیشی حکام نے وزیر اعظم نریندر مودی کے ممبئی دورے کے دوران سکیورٹی میں مبینہ کوتاہی سے متعلق ایک خبر پر کیے گئے تبصرے کو بھی جانچ کے دائرے میں شامل کیا ہے۔

موبائل فون ضبط
39 اسکرین شاٹس محفوظ

اے ٹی ایس نے ملزم کا موبائل فون ضبط کر کے اس سے متعلق ڈیجیٹل شواہد جمع کیے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق، مبینہ قابلِ اعتراض سوشل میڈیا سرگرمیوں کے 39 اسکرین شاٹس بھی محفوظ کیے گئے ہیں۔ معاملے میں ماہم پولیس نے بھارتیہ نیائے سنہتا کی دفعہ 196(1) کے تحت مقدمہ درج کیا ہے، جو مختلف گروہوں کے درمیان مذہب، زبان وغیرہ کی بنیاد پر دشمنی کو فروغ دینے سے متعلق ہے۔ ملزم کو عدالت میں پیش کیے جانے کے بعد چار روزہ پولیس تحویل میں دیا گیا ہے۔ تفتیشی ایجنسیاں اس کے ڈیجیٹل رابطوں، مبینہ بیرونِ ملک روابط اور ممکنہ ساتھیوں کے بارے میں معلومات جمع کر رہی ہیں۔ فی الحال اس کے خلاف لگائے گئے الزامات کی عدالتی سماعت اور تحقیقات جاری ہیں۔

ممبئی میں آلودگی کی نگرانی کرنیوالے سینسرز کی ریڈنگ پر سوالیہ نشان

نیو کف پریڈ میں تعمیراتی مقام کا AQI صرف 16، قریب ہی RMC پلانٹ کی ریڈنگ 153 تک؛ اعداد و شمار کی درستگی پر تشویش

ممبئی: ممبئی میں فضائی آلودگی کی نگرانی کے لیے نصب سینسرز کی ریڈنگ میں نمایاں تضاد سامنے آنے کے بعد ان کے اعداد و شمار کی قابلِ اعتماد حیثیت پر سوال اٹھنے لگے ہیں۔ ٹائمز آف انڈیا کی رپورٹ کے مطابق جمعرات کو شہر کے مختلف علاقوں میں AQI 57 سے 153 کے درمیان رہا، جبکہ نیو کف پریڈ میں ایک زیرِ تعمیر مقام پر نصب سینسر نے حیرت انگیز طور پر صرف AQI 16 ریکارڈ کیا۔ رپورٹ کے مطابق مذکورہ سینسر نے PM2.5 کی سطح 5.6 اور PM10 کی سطح 11.1 ریکارڈ کی، جبکہ اسی مقام کے سامنے موجود ریڈی مکس کنکریٹ (RMC) پلانٹ کے سینسر نے PM2.5 کی سطح 49 اور PM10 کی سطح 60 بتائی۔ قریب ہی ایک اور مقام پر PM2.5 کی ریڈنگ 25.1 ریکارڈ ہوئی۔ ایک ہی علاقے میں اتنا نمایاں فرق سینسرز کی کارکردگی اور اعداد و شمار کی درستگی پر تشویش پیدا کرتا ہے۔ خاص طور پر تعمیراتی مقام پر AQI کا 16 ہونا سوالات پیدا کرتا ہے، کیونکہ تعمیراتی سرگرمیوں سے عموماً گرد و غبار اور باریک ذرات کے اخراج کا خدشہ رہتا ہے۔ ممبئی میں تقریباً 3,000 تعمیراتی مقامات پر فضائی آلودگی کی نگرانی کے سینسرز نصب کیے گئے ہیں۔ بی ایم سی ان سینسرز کے اعداد و شمار کو آلودگی کے ہاٹ اسپاٹس کی نشاندہی اور اصلاحی کارروائی کے لیے استعمال کرنے کا منصوبہ رکھتی ہے۔ یہ پہلا موقع نہیں جب ان سینسرز کی ریڈنگ میں تضاد سامنے آیا ہو۔ بی ایم سی نے رواں سال جولائی میں تعمیراتی مقامات پر نصب تقریباً 3,000 سینسرز کے تھرڈ پارٹی آڈٹ کے لیے ٹینڈر بھی جاری کیا تھا، جس کا مقصد سینسرز کی تکنیکی مطابقت، کیلیبریشن، درستگی اور مرکزی مانیٹرنگ سسٹم کو ڈیٹا کی ترسیل کی جانچ کرنا ہے۔ ماہرین کے مطابق کم لاگت والے سینسرز پر درجہ حرارت، نمی، گرد و غبار اور سینسر کی صفائی و پوزیشننگ جیسے عوامل اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ تاہم بی ایم سی کا کہنا ہے کہ یہ سینسر بنیادی طور پر تعمیراتی مقامات پر ماخذ کی سطح کی آلودگی کی نگرانی کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، اس لیے قریبی مقامات پر ریڈنگ میں فرق ممکن ہے۔

دریں اثنا بی ایم سی نے آلودگی کی نگرانی کے لیے AI پر مبنی نظام استعمال کرنے کا منصوبہ بھی بنایا ہے، جس کے ذریعے ان تعمیراتی مقامات کی نشاندہی کی جائے گی جہاں سینسر بار بار بند ہوتے ہیں یا غیر معمولی ڈیٹا فراہم کرتے ہیں۔ حکام کے مطابق اس سے ایسے مقامات کی نشاندہی میں مدد مل سکتی ہے جہاں سینسرز کے ساتھ مبینہ چھیڑ چھاڑ یا ناقص دیکھ بھال کا امکان ہو۔

کف پریڈ گارڈن میں شادی بیاہ اور دیگر تقریبات پر روک لگانے کی ہدایت، بامبے ہائی کورٹ کا بی ایم سی کو حکم

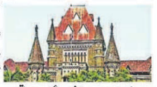

ممبئی: بامبے ہائی کورٹ نے جنوبی ممبئی کے کف پریڈ علاقے میں واقع سی پی آر اے گرینس گارڈن میں شادی بیاہ اور دیگر تجارتی تقریبات کے انعقاد سے متعلق معاملے میں برہن ممبئی میونسپل کارپوریشن (بی ایم سی) کو شہری ضوابط پر سختی سے عمل درآمد یقینی بنانے کی ہدایت دی ہے۔ عدالت نے واضح کیا کہ ایسے پروگراموں کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے جو بلدیاتی قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہوں۔ رپورٹ کے مطابق، کف پریڈ ویلفیئر ایسوسی ایشن اور مقامی رہائشی سوسائٹیوں نے گارڈن میں مبینہ طور پر غیر مجاز تجارتی تقریبات، شادی بیاہ اور شور شرابے والے پروگراموں کے خلاف عدالت سے رجوع کیا تھا۔ درخواست گزاروں کا کہنا تھا کہ ایسی سرگرمیوں سے مقامی رہائشیوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور عوامی سبزہ زار کا اصل مقصد متاثر ہوتا ہے۔ چیف جسٹس مہیش چندر تریپاٹھی اور جسٹس ادویت ایم سیٹھنا پر مشتمل بنچ نے 16 اکتوبر کو معاملے کی سماعت کے دوران بی ایم سی کو ہدایت دی کہ وہ اپنے متعلقہ سرکلرس اور شہری ضوابط پر ان کی اصل روح کے مطابق عمل درآمد کرائے۔ عدالت نے واضح کیا کہ اگر کسی تقریب کے لیے اجازت نہیں دی گئی ہے تو بلدیہ اس بات کو یقینی بنائے کہ وہاں ایسی سرگرمی منعقد نہ ہو۔ اجازت دیے جانے کی صورت میں بھی تمام متعلقہ قوانین، ضوابط اور شور کی روک تھام سے متعلق اصولوں پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ سماعت کے دوران بی ایم سی کے وکیل نے مؤقف اختیار کیا کہ متعلقہ پلاٹ کو ممبئی میونسپل کارپوریشن ایکٹ کے تحت باضابطہ طور پر گارڈن کے طور پر مختص نہیں کیا گیا ہے۔ تاہم عدالت نے اس مرحلے پر زمین کی قانونی درجہ بندی کے معاملے پر حتمی فیصلہ دینے کے بجائے موجودہ بلدیاتی ضوابط پر عمل درآمد کو یقینی بنانے پر زور دیا۔ مقامی رہائشیوں نے گارڈن میں منعقد ہونے والی تقریبات، بلند آواز میں موسیقی اور عوامی جگہ کے استعمال پر اعتراضات کیے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ عوامی مقامات کو شہریوں، خصوصاً بچوں اور مقامی رہائشیوں کے استعمال کے لیے محفوظ رکھا جانا چاہیے۔ عدالت کی ہدایت کے بعد اب بی ایم سی کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ متعلقہ ضوابط کے مطابق تقریبات کی اجازت دینے یا روکنے کے معاملے میں کارروائی کرے اور عوامی مقامات کے غیر مجاز استعمال کو روکے۔

آئی ایس ایل اے ایم پارٹی کے دو سال مکمل

مالیگاؤں میں شاندار جشن؛ یحییٰ شیخ کو ممبئی نارتھ ایسٹ ضلع صدر کی ذمہ داری

مالیگاؤں: آئی ایس ایل اے ایم پارٹی کے دو سال مکمل ہونے کی خوشی میں مالیگاؤں میں ایک شاندار جشن کا انعقاد کیا گیا۔ اس خوشگوار موقع پر پارٹی کی جانب سے جناب یحییٰ شیخ کو ممبئی نارتھ ایسٹ ضلع صدر مقرر کیا گیا۔ اس موقع پر جناب یحییٰ شیخ اپنے ساتھ بڑی تعداد میں حامیوں اور ساتھیوں کو لے کر مالیگاؤں پہنچے۔ اس دوران کئی لوگوں نے آئی ایس ایل اے ایم پارٹی میں شمولیت اختیار کی، جس سے ممبئی میں پارٹی کی تنظیمی سرگرمیوں کو مزید مضبوطی ملنے کی امید ہے۔ ممبئی نارتھ ایسٹ ضلع صدر کی اہم ذمہ داری ملنے پر جناب یحییٰ شیخ نے ممبئی میں پارٹی کے قافلے کو مزید آگے بڑھانے اور عوام کو پارٹی سے جوڑنے کے عزم کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ جناب آصف رشید شیخ صاحب کی قیادت میں آئی ایس ایل اے ایم پارٹی کے پرچم تلے عوام کے حقوق، ترقی اور فلاحی کاموں کے لیے مزید جوش و جذبے کے ساتھ کام کیا جائے گا۔ اس شاندار تقریب میں پارٹی کے بانی اور مالیگاؤں کے سابق رکن اسمبلی جناب آصف رشید شیخ صاحب، پارٹی کے قومی صدر جناب نوید خطیب صاحب، مالیگاؤں کی میئر محترمہ نسرین خالد شیخ صاحبہ، سابق میئر محترمہ طاہرہ رشید شیخ صاحبہ کے علاوہ پارٹی کی مختلف ریاستوں کے متعدد ذمہ داران بھی موجود رہے۔ تقریب میں پارٹی کے دو سالہ سفر کی خوشی کے ساتھ مستقبل کے منصوبوں کے تعلق سے بھی جوش و خروش دیکھنے کو ملا۔ بڑی تعداد میں کارکنان اور حامیوں کی شرکت نے اس جشن کو مزید یادگار بنا دیا۔ جناب یحییٰ شیخ کو نئی ذمہ داری سونپے جانے کے ساتھ ہی اب ممبئی میں آئی ایس ایل اے ایم پارٹی کے قافلے کو مزید آگے بڑھانے، تنظیم کو مضبوط بنانے اور عوام کے درمیان فلاحی و ترقیاتی کاموں کو فروغ دینے کے لیے کوششیں تیز کی جائیں گی۔ آئی ایس ایل اے ایم پارٹی کی دو سالہ تقریب نے ممبئی میں تنظیم کے مستقبل کے لیے نئے عزم اور ایک نئے سفر کا پیغام دیا۔

دو روز میں دو وندے بھارت سلیپر ٹرینیں شروع ہونے کا امکان

ممبئی-بنگلورو اور وارانسی-نئی دہلی روٹ پر مسافروں کو ملے گی نئی سہولت

ممبئی: ہندوستانی ریلوے طویل فاصلے کے مسافروں کے لیے دو نئی وندے بھارت سلیپر ایکسپریس ٹرینیں شروع کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ یہ دونوں ٹرینیں مسلسل دو دن میں شروع کیے جانے کا امکان ہے۔ مجوزہ منصوبے کے مطابق 31 اکتوبر کو وارانسی-نئی دہلی اور یکم نومبر کو ممبئی-بنگلورو وندے بھارت سلیپر ٹرین کا افتتاح کیا جا سکتا ہے۔ ممبئی-بنگلورو سروس مسافروں کے لیے خاص اہمیت رکھتی ہے۔ مجوزہ ٹائم ٹیبل کے مطابق ٹرین ممبئی کے چھترپتی شیواجی مہاراج ٹرمینس (CSMT) سے رات تقریباً 8:10 بجے روانہ ہو کر اگلے روز بنگلورو تقریباً 11:55 بجے پہنچے گی۔ واپسی میں بنگلورو سے رات 7:50 بجے روانگی اور اگلے روز ممبئی آمد کی تجویز ہے۔ سفر کا دورانیہ تقریباً 16 گھنٹے ہوگا اور ٹرین ہفتے میں چھ دن چلائے جانے کا امکان ہے۔ مجوزہ روٹ پر کلیان، پونے، سولاپور، کلبرگی، رائچور، گنٹکل اور اننت پور اہم اسٹاپ ہوں گے۔ ٹرین میں 16 کوچز اور تقریباً 823 برتھ ہونے کی توقع ہے، جن میں اے سی فرسٹ، اے سی ٹو ٹائر اور اے سی تھری ٹائر کوچز شامل ہوں گے۔ دوسری جانب وارانسی-نئی دہلی وندے بھارت سلیپر ایکسپریس 31 اکتوبر سے شروع ہونے کی توقع ہے۔ مجوزہ شیڈول کے مطابق وارانسی سے رات 8:50 بجے روانہ ہو کر ٹرین اگلی صبح 5:55 بجے نئی دہلی پہنچے گی۔ واپسی میں نئی دہلی سے رات 9:40 بجے روانگی اور اگلی صبح 6:45 بجے وارانسی پہنچنے کا وقت مقرر کیا گیا ہے۔ اس کے اہم اسٹاپ پریاگ راج اور کانپور سینٹرل ہوں گے۔ ریلوے ذرائع کے مطابق دونوں ٹرینیں رات کے سفر کو زیادہ آرام دہ بنانے کے مقصد سے شروع کی جا رہی ہیں۔ تاہم ممبئی-بنگلورو ٹرین کے حتمی اوقات، کرایے اور بعض آپریشنل تفصیلات کا باضابطہ اعلان ابھی باقی ہے۔

25 ہزار کلو پاکستانی تربوز کے بیج ضبط

مالیت 2.02 کروڑ روپے؛ دو افراد گرفتار

ممبئی (یو این آئی) ڈائریکٹوریٹ آف ریونیو انٹیلی جنس (ڈی آر آئی) نے ہندوستان میں پاکستان سے درآمد ہونے والی اشیاء پر عائد پابندیوں سے بچنے کی مبینہ کوشش کا پردہ فاش کرتے ہوئے تقریباً 25 ہزار کلوگرام پاکستانی نژاد تربوز کے بیج ضبط کر لیے ہیں، جن کی بازاری مالیت تقریباً 2.02 کروڑ روپے بتائی گئی ہے۔ اس معاملے میں دو افراد کو 22 اکتوبر کو گرفتار کیا گیا ہے۔ ڈی آر آئی کے مطابق، یہ کارروائی 'آپریشن ڈیپ مینی فیسٹ' کے تحت 11 ستمبر سے 22 اکتوبر 2026 کے درمیان انجام دی گئی۔ خفیہ اطلاع کی بنیاد پر افسران نے نوی ممبئی کے نہوا شیوا بندرگاہ پر درآمد کے لیے لائی گئی ایک مشتبہ کھیپ کی جانچ کی۔ دستاویزات میں مذکورہ مال کو متحدہ عرب امارات (یو اے ای) سے درآمد کردہ خربوزے کے بیج ظاہر کیا گیا تھا، تاہم تفصیلی جانچ کے دوران انکشاف ہوا کہ کھیپ میں دراصل تربوز کے بیج موجود تھے اور دستیاب شواہد ان کے پاکستانی نژاد ہونے کی نشان دہی کرتے ہیں۔ ابتدائی تحقیقات میں یہ بات سامنے آئی کہ مبینہ طور پر کھیپ کی اصل شناخت اور ملکِ پیدائش چھپانے کے لیے ایک منظم طریقۂ کار اختیار کیا گیا تھا۔ بیجوں کو پاکستان سے براہِ راست ہندوستان بھیجنے کے بجائے دبئی کے راستے درآمد کیا گیا، تاکہ انہیں متحدہ عرب امارات سے تعلق رکھنے والی اشیاء ظاہر کر کے ہندوستان میں نافذ درآمدی پابندیوں سے بچا جا سکے۔ تحقیقات کے مطابق، کھیپ ابتدا میں پاکستان کی کراچی بندرگاہ سے ایک بحری جہاز کے ذریعے دبئی کی جبل علی بندرگاہ روانہ کی گئی تھی۔ دبئی پہنچنے کے بعد سامان کو پہلے والے کنٹینروں سے نکال کر دوسرے کنٹینروں میں منتقل کیا گیا اور پھر ایک مختلف بحری جہاز کے ذریعے ہندوستان بھیج دیا گیا۔ تفتیش کاروں کو شبہ ہے کہ کنٹینروں اور بحری جہاز کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ملکِ پیدائش سے متعلق غلط بیانی اور مبینہ طور پر تیار کردہ جعلی درآمدی دستاویزات کا مقصد سامان کے پاکستانی نژاد ہونے کی حقیقت کو چھپانا تھا۔ ڈی آر آئی حکام کو تحقیقات کے دوران ایسے اہم دستاویزی شواہد بھی حاصل ہوئے ہیں، جن سے کراچی سے جبل علی اور وہاں سے ہندوستان تک کھیپ کی نقل و حرکت کا سراغ ملتا ہے۔ یہ شواہد درآمدی دستاویزات میں متحدہ عرب امارات کو ملکِ پیدائش ظاہر کیے جانے کے دعوے سے متضاد ہیں۔ حکام اب اس بات کی مزید چھان بین کر رہے ہیں کہ مبینہ طور پر اس پورے انتظام میں کن افراد اور اداروں نے کردار ادا کیا اور درآمدی کارروائی کو انجام دینے کے لیے کس نوعیت کے دستاویزات استعمال کیے گئے۔ حکام کے مطابق، مذکورہ درآمد ہندوستان کی نافذ درآمدی پالیسی کی دو الگ الگ شرائط کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتی ہے۔ پہلی خلاف ورزی پاکستان سے تعلق رکھنے والی اشیاء کی درآمد پر عائد پابندی سے متعلق ہے۔

مہاراشٹر اسمبلی اسپیکر راہل نارویکر کامن ویلتھ پارلیمنٹری ایسوسی ایشن کی بین الاقوامی ایگزیکٹیو کمیٹی میں مقرر

ممبئی: مہاراشٹر اسمبلی کے اسپیکر ایڈوکیٹ راہل نارویکر کو کامن ویلتھ پارلیمنٹری ایسوسی ایشن (CPA) کی بین الاقوامی ایگزیکٹیو کمیٹی میں ہندوستانی خطے کے نمائندے کی حیثیت سے مقرر کیا گیا ہے۔ اس تقرری کو مہاراشٹر کی قانون ساز اسمبلی اور ریاست میں پارلیمانی سرگرمیوں کے لیے ایک اہم پیش رفت قرار دیا جا رہا ہے۔ کامن ویلتھ پارلیمنٹری ایسوسی ایشن کے لندن واقع ہیڈکوارٹر کے ڈپٹی سکریٹری جنرل جاروس ماتیا نے 20 اکتوبر 2026 کو خط ارسال کر کے راہل نارویکر کو بین الاقوامی ایگزیکٹیو کمیٹی میں شمولیت پر مبارک باد دی۔ ان کی نامزدگی کو گزشتہ ماہ جنوبی افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن میں منعقدہ کامن ویلتھ پارلیمنٹری کانفرنس کے دوران منظوری دی گئی تھی۔ کامن ویلتھ پارلیمنٹری ایسوسی ایشن ایک بین الاقوامی تنظیم ہے جو دولتِ مشترکہ کے رکن ممالک کی پارلیمانوں اور قانون ساز اداروں کے درمیان تعاون کو فروغ دیتی ہے۔ اس کے اہم مقاصد میں جمہوری اقدار کا تحفظ، پارلیمانی طریقۂ کار کے بہترین تجربات کا تبادلہ اور بہتر حکمرانی کو فروغ دینا شامل ہے۔ اس تقرری کے ذریعے راہل نارویکر کو دولتِ مشترکہ کے مختلف ممالک کے پارلیمانی نمائندوں کے ساتھ تبادلۂ خیال اور قانون سازی کے شعبے میں کامیاب تجربات سے استفادہ کرنے کا موقع ملے گا۔ اس سے بین الاقوامی پارلیمانی تعاون میں مہاراشٹر کی شرکت کو بھی تقویت ملنے کی توقع ہے۔ اس تقرری پر مہاراشٹر قانون ساز کونسل کے چیئرمین اور CPA مہاراشٹر شاخ کے عہدہ بہ عہدہ شریک چیئرمین پروفیسر رام شندے، ڈپٹی چیئرپرسن سچن اہیر اور اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر انا بنسوڈے نے راہل نارویکر کو مبارک باد پیش کی۔ کامن ویلتھ پارلیمنٹری ایسوسی ایشن کی بین الاقوامی ایگزیکٹیو کمیٹی کے علاقائی نمائندوں اور عہدیداروں کے لیے 5 نومبر 2026 کو تعارفی اجلاس منعقد ہوگا۔ اس میں کمیٹی کے ارکان کی ذمہ داریوں، تنظیم کے انتظامی ڈھانچے اور کام کرنے کے طریقۂ کار سے متعلق رہنمائی دی جائے گی۔ یہ اجلاس 2027 میں ہونے والی تنظیم کی وسط مدتی میٹنگ کی تیاریوں کے لیے بھی اہم ہوگا۔

ممبئی ایئرپورٹ کے قریب مسجد کے خلاف

سومیا کا 'جیل بھرو ستیہ گرہ'، پولیس نے حراست میں لیا

ممبئی: ممبئی ایئرپورٹ کے ٹرمینل-2 کے قریب واقع مسجد کے خلاف بی جے پی کے رہنما اور سابق رکن پارلیمنٹ کریٹ سومیا نے ہفتہ کو 'جیل بھرو ستیہ گرہ' کیا۔ احتجاج کے دوران ممبئی پولیس نے سومیا سمیت کئی بی جے پی کارکنوں کو حراست میں لے لیا۔ سومیا اپنے حامیوں کے ساتھ ٹرمینل-2 کے قریب پہنچے اور مذکورہ مسجد کو ہٹانے کا مطالبہ کیا۔ احتجاج کے دوران بعض کارکنوں کے ہاتھوں میں ہتھوڑے بھی نظر آئے۔ سومیا نے اس سے قبل اس معاملے پر 'ہتھوڑا ریلی' نکالنے کا اعلان کیا تھا۔ سومیا کا الزام ہے کہ یہ مسجد ایئرپورٹ کے حساس علاقے میں وی آئی پی آمد کے مقام اور ٹیکسی اسٹینڈ کے قریب ضروری اجازت کے بغیر تعمیر کیا گیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ متعلقہ سرکاری اداروں کی جانب سے کارروائی کی ہدایت کے باوجود ڈھانچہ اب تک موجود ہے۔ قابل ذکر ہے کہ ایم ایم آر ڈی اے نے 8 ستمبر کے اپنے خط میں کہا تھا کہ اس نے مذکورہ مسجد کی تعمیر کے لیے کوئی اجازت نہیں دی ہے۔ اتھارٹی کے مطابق متعلقہ علاقے کے عبوری ترقیاتی منصوبے میں عوامی عبادت گاہ کے لیے کوئی جگہ مختص نہیں ہے۔ ایم ایم آر ڈی اے نے ایئرپورٹ آپریٹر ایم آئی اے ایل سے مقررہ قانونی طریقۂ کار کے تحت ضروری کارروائی کرنے اور مسجد کو ہٹانے کے سلسلے میں اقدامات کرنے کو کہا تھا۔ دریں اثنا، اے آئی ایم آئی ایم کے رہنما وارث پٹھان نے سومیا کے احتجاج پر اعتراض کرتے ہوئے پولیس سے ان کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔ اس معاملے میں مختلف فریقوں کے دعوے الگ الگ ہیں اور قانونی کارروائی بھی جاری ہے۔

منوج جرنگے کے آڈیو کلپ پر بی جے پی اور شیوسینا میں لفظی جنگ

500 کروڑ روپے کی مبینہ ادائیگی کے دعوے پر سیاسی تنازع شدت اختیار کر گیا، دونوں اتحادی جماعتوں نے ایک دوسرے پر الزامات عائد کیے

ممبئی: مراٹھا ریزرویشن تحریک کے رہنما منوج جرنگے پاٹل کی جانب سے جاری کیے گئے مبینہ آڈیو کلپ نے مہاراشٹر کی حکمراں مہایوتی حکومت میں شامل بی جے پی اور شیوسینا کے درمیان سیاسی کشیدگی بڑھا دی ہے۔ آڈیو کلپ میں نائب وزیرِ اعلیٰ ایکناتھ شندے کے بیٹے اور رکن پارلیمنٹ شری کانت شندے کے ذریعے جرنگے کو 500 کروڑ روپے ادا کیے جانے کی مبینہ گفتگو کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ تاہم اس آڈیو کی صداقت اور اس میں کیے گئے دعوؤں کی تاحال آزادانہ طور پر تصدیق نہیں ہوئی ہے۔ ہندوستان ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق، شیوسینا کے سینئر رہنما رام داس کدم نے الزام عائد کیا کہ بی جے پی مبینہ آڈیو کلپ کے ذریعے ایکناتھ شندے کی سیاسی شبیہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہی ہے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ ریکارڈنگ میں بی جے پی کے بعض عہدیداروں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں اور اس معاملے کی مکمل تحقیقات ہونی چاہیے۔ کدم نے کہا کہ شندے نے بی جے پی پر اعتماد کرتے ہوئے اتحاد کیا تھا، اس لیے اس مبینہ سازش کے پس پردہ افراد کی شناخت ضروری ہے۔ انہوں نے اس معاملے میں وزیر اعظم نریندر مودی، مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ اور آر ایس ایس سربراہ موہن بھاگوت سے بھی تحقیقات کی اپیل کرنے کا عندیہ دیا۔ بی جے پی کے قانون ساز کونسل رکن پروین دریکر نے شیوسینا کے الزامات پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ بغیر ثبوت بی جے پی اور اس کے رہنماؤں کو بدنام کرنا ناقابل قبول ہے۔ انہوں نے رام داس کدم کو مشورہ دیا کہ وہ ایسے بیانات دینے سے گریز کریں جن سے مہایوتی اتحاد کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ دریکر نے کہا کہ حکومت نے پہلے ہی آڈیو کلپ کی جانچ کا حکم دیا ہے، اس لیے کسی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے تحقیقات مکمل ہونے کا انتظار کیا جانا چاہیے۔ انہوں نے کدم کے الزامات کو سیاسی مفادات سے جوڑنے کی کوشش بھی کی۔ وزیر اعلیٰ دیویندر فڈنویس نے واضح کیا کہ مبینہ آڈیو کلپ کی فارنسک جانچ کرائی جائے گی تاکہ اس کی اصلیت کا تعین ہو سکے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ریکارڈنگ تقریباً ڈھائی سال پرانی بتائی جا رہی ہے، اس لیے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اسے اب منظر عام پر لانے کے پیچھے کیا مقصد ہے اور آیا اس کے ذریعے کسی سیاسی رہنما کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ حکومت کے مطابق، تحقیقات میں آڈیو کی صداقت، اس میں شامل افراد کی شناخت اور ریکارڈنگ منظر عام پر لانے کے حالات کا جائزہ لیا جائے گا۔ منوج جرنگے پاٹل نے آڈیو کلپ جاری کرتے ہوئے دعویٰ کیا تھا کہ مراٹھا ریزرویشن تحریک کو کمزور کرنے اور انہیں خاموش کرانے کی سازش کی گئی۔ ان کا کہنا ہے کہ ریکارڈنگ کی تحقیقات سے سیاسی مخالفین کے خلاف مبینہ منصوبہ بندی کے حقائق سامنے آ سکتے ہیں۔ دوسری جانب، بی جے پی کے بعض رہنماؤں نے آڈیو کے مصنوعی ذہانت (AI) کے ذریعے تیار کیے جانے یا اس میں ردوبدل کیے جانے کا شبہ ظاہر کیا ہے۔ بی جے پی سے وابستہ بعض افراد نے ریکارڈنگ میں اپنی آواز ہونے سے بھی انکار کیا ہے۔ ان دعوؤں کی تصدیق کے لیے فارنسک رپورٹ اہم ہوگی۔ آڈیو تنازع نے مہایوتی حکومت میں شامل دونوں بڑی جماعتوں کے درمیان پہلے سے موجود اختلافات کو ایک بار پھر نمایاں کر دیا ہے۔ شیوسینا کے رہنماؤں نے معاملے کی غیر جانب دارانہ تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے، جبکہ بی جے پی نے اتحادی رہنماؤں کو بغیر ثبوت الزامات عائد کرنے سے گریز کرنے کی تلقین کی ہے۔ فی الحال 500 کروڑ روپے کی مبینہ ادائیگی، آڈیو میں سنائی دینے والی آوازوں اور سیاسی سازش کے دعوؤں کی تصدیق ہونا باقی ہے۔ فارنسک جانچ کے نتائج ہی اس تنازع کے اہم پہلوؤں کو واضح کرنے میں مدد دے سکتے ہیں۔

مہاراشٹر میں گڈکری سے ملاقات کے بعد وشو ہندو پریشد اور بجرنگ دل نے احتجاج کی جگہ بدلی، پیارے خان سے استعفے کا مطالبہ

ناگپور (یو این آئی) وشو ہندو پریشد (وی ایچ پی) اور بجرنگ دل نے مہاراشٹر ریاستی اقلیتی کمیشن کے صدر پیارے خان کے خلاف اپنے طے شدہ احتجاج کی جگہ مرکزی وزیر نتن گڈکری کی رہائش گاہ سے بدل کر چھترپتی شیواجی مہاراج چوک کر دی ہے۔ یہ فیصلہ مسٹر گڈکری اور وشو ہندو پریشد کے ایک نمائندے کے درمیان ہوئی ملاقات کے بعد کیا گیا۔ اس ملاقات میں وزیر نے انہیں یقین دلایا کہ وہ معاملے کو دیکھیں گے اور اس کا کوئی حل نکالیں گے۔ نامہ نگاروں سے بات کرتے ہوئے وشو ہندو پریشد کے میٹروپولیٹن کارگزار امول ٹھاکرے نے کہا کہ مسٹر گڈکری کے ساتھ بات چیت مثبت رہی اور وزیر موصوف نے ان کی باتیں غور سے سنیں۔ مسٹر ٹھاکرے نے کہا کہ مسٹر گڈکری نے وشو ہندو پریشد کے نمائندوں کو یقین دلایا کہ معاملے کو جانچ کے لیے متعلقہ محکموں کے پاس بھیجا جائے گا۔ تاہم، ذرائع نے بتایا کہ بات چیت سے کوئی اطمینان بخش حل نہیں نکلا اور وشو ہندو پریشد اور بجرنگ دل پیارے خان کے استعفے کا مطالبہ کرتے رہے۔ دونوں تنظیموں نے پیارے خان کے خلاف اپنا موقف برقرار رکھتے ہوئے احتجاج کی جگہ تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ تنازع اس وقت شروع ہوا جب پیارے خان نے 8 ستمبر کو ناسک روڈ سینٹرل جیل میں سزا یافتہ گینگسٹر ابو سالم سے ملاقات کی تھی۔ اس ملاقات کے بعد سیاسی تنازع پیدا ہو گیا، جس میں وشو ہندو پریشد اور بجرنگ دل نے مسٹر خان کو مہاراشٹر ریاستی اقلیتی کمیشن کے صدر کے عہدے سے ہٹانے کا مطالبہ کیا۔ تاہم، مسٹر خان نے ان الزامات کی تردید کی کہ انہوں نے گینگسٹر کی رہائی کی حمایت کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ ملاقات سرکاری تھی اور اقلیتی برادری کے قیدیوں کی شکایات سننے کے لیے اضلاع میں کمیشن کی جانب سے جیلوں کے باقاعدہ دوروں کا حصہ تھی۔

نسل کشی کی جنگ کے آغاز سے اب تک تقریباً 9400 فلسطینی صہیونی زندانوں میں پابندِ سلاسل

غزہ: اسیران میڈیا دفتر نے ایک دستاویزی رپورٹ بعنوان » قابض صہیونی عقوبت خانوں میں فلسطینی اسیران کی صورت حال « میں انکشاف کیا ہے کہ اکتوبر سنہ 2026ء تک قابض صہیونی عقوبت خانوں میں 9350 سے 9400 کے قریب فلسطینی اسیران قید ہیں، جن میں کم از کم 88 خواتین اسیرات اور 350 بچے شامل ہیں، جب کہ انتظامی بنیادوں پر قید کیے گئے اسیران کی تعداد تقریباً 3100 تک جا پہنچی ہے، اس کے علاوہ 1419 ایسے اسیران ہیں جنہیں قابض دشمن کے قانون کے تحت غیر قانونی جنگجوؤں کے زمرے میں رکھا گیا ہے۔ اس دستاویزی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سات اکتوبر سنہ 2023ء کو غزہ پر نسل کشی کی جنگ کے آغاز کے بعد سے اسیران کے خلاف سنگین مظالم اور خلاف ورزیوں میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے، جن میں تشدد، طبی غفلت، فاقہ کشی، تنہائی اور بنیادی حقوق سے محرومی شامل ہیں، جب کہ اسیران پر ان فاشسطانہ پالیسیوں کے طبی و نفسیاتی اثرات پر شدید خدشات اور تنبیہات جاری کی گئی ہیں۔ رپورٹ میں دیے گئے نمایاں ترین اعداد و شمار کے مطابق نسل کشی کی جنگ کے آغاز سے اب تک اسیران تحریک کے شہداء کی تعداد بڑھ کر 92 ہو چکی ہے، جن میں غزہ سے تعلق رکھنے والے 53 اسیران شامل ہیں، جب کہ رپورٹ میں فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق سنہ 1967ء سے لے کر اب تک اسیران تحریک کے کل شہداء کی تعداد 329 کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اس دستاویزی رپورٹ میں اسیران میں سے 99 شہداء کے جسدِ خاکی کی مسلسل غصب شدہ تحویل کا بھی احاطہ کیا گیا ہے، ایسے وقت میں جب حراست شدگان کی شہادت کے حالات کو بے نقاب کرنے اور ان کے جسدِ خاکی ان کے خاندانوں کے حوالے کرنے کے مطالبات مسلسل جاری ہیں۔ رپورٹ میں نشاندہی کی گئی ہے کہ سات اکتوبر سنہ 2023ء کے بعد سے اسیران تحریک کے 60 فیصد سے زائد شہداء تشدد اور سفاکانہ سلوک کے نتیجے میں شہید ہوئے، جو عقوبت خانوں اور تفتیشی مراکز کے اندر قید کے حالات اور انسانی حقوق کی پامالیوں کے حوالے سے سامنے آنے والی رپورٹس میں تشویشناک اضافے کو ظاہر کرتا ہے۔ فلسطینی بچوں کے حوالے سے رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ قابض افواج نے نسل کشی کی جنگ کے آغاز سے اب تک 2000 سے زائد بچوں کو گرفتار کیا، جب کہ 350 سے زائد بچے اب بھی قید میں ہیں، جن میں ایسے بچے بھی شامل ہیں جنہیں انتظامی قید اور انتہائی کٹھن حالات میں حراست کا سامنا ہے۔ اس کے علاوہ رپورٹ میں 88 فلسطینی خواتین اسیران کی صورت حال پر بھی بات کی گئی ہے، جن میں بیمار اور حاملہ خواتین اسیران بھی شامل ہیں، اور طبی دیکھ بھال، خوراک کی کمی، تنہائی اور بنیادی حقوق سے محرومی سے متعلق مسلسل خدشات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ رپورٹ میں قابض صہیونی عقوبت خانوں میں 3100 کے قریب انتظامی اسیران کی موجودگی کو ریکارڈ کیا گیا ہے، اور یہ ایک ایسی پالیسی ہے جو کسی علانیہ الزام یا معمول کے عدالتی طریقہ کار کے مطابق مقدمے کے بغیر فلسطینیوں کی حراست کو مسلسل طول دینے کا موقع فراہم کرتی ہے، اور جس میں قید کے احکامات میں بار بار توسیع کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ رپورٹ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ قابض دشمن کے قانون کے مطابق قطاع غزہ پر جنگ سے منسلک گرفتاریوں کے فریم ورک کے تحت 'غیر قانونی جنگجو' قرار دیے گئے زمرے میں 1419 حراست شدگان شامل ہیں۔ رپورٹ میں فلسطینی صحافیوں کو گرفتاری اور جبری گمشدگی کا نشانہ بنائے جانے پر بھی بات کی گئی ہے، اور نشاندہی کی گئی ہے کہ نسل کشی کی جنگ کے آغاز سے اب تک 260 سے زائد مرد و خواتین صحافیوں کو گرفتار کیا گیا، جن میں سے متعدد اب بھی قید ہیں، جن میں انتظامی طور پر قید صحافی اور قطاع غزہ سے تعلق رکھنے والے صحافی شامل ہیں۔ اسی طرح طبی عملے کی گرفتاریوں کو بھی نمایاں کیا گیا ہے، جہاں قطاع غزہ سے 16 ڈاکٹروں کی گرفتاری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جن میں کمال عدوان ہسپتال کے ڈائریکٹر ڈاکٹر حسام ابو صفیہ بھی شامل ہیں، جنہیں قابض حکام نے مسلسل قید میں رکھا ہوا ہے۔ دیرینہ اسیران کے فائل میں اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ 25 ایسے فلسطینی اسیران موجود ہیں جنہوں نے قابض صہیونی عقوبت خانوں میں 25 سال سے زائد کا عرصہ گزارا ہے، جن میں ایسے اسیران بھی شامل ہیں جنہیں اوسلو معاہدے سے بھی پہلے گرفتار کیا گیا تھا، اور دہائیاں گزر جانے کے باوجود ان کی قید مسلسل جاری ہے۔ رپورٹ کے اختتام پر عالمی برادری اور حقوقِ انسانی کے اداروں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ اسیران کے خلاف سنگین پامالیوں کو روکنے، غزہ کے اسیران کی قسمت کو فوری طور پر بے نقاب کرنے، جبری گمشدگی کی پالیسی کا خاتمہ کرنے، اور بیمار، عمر رسیدہ، بچوں اور خواتین اسیران کو فوری طبی دیکھ بھال فراہم کرنے کے لیے ہنگامی تحرک کا مظاہرہ کریں۔ رپورٹ میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا ہے کہ عقوبت خانوں اور تفتیشی مراکز کے اندر اسیران کی شہادت کے واقعات کی آزادانہ تحقیقات کروائی جائیں۔

قابض اسرائیل نے الخلیل میں انتقامی کارروائیوں میں تیز تر اضافہ کر دیا

غزہ: جنوبی مقبوضہ مغربی کنارے کے شہر الخلیل میں فلسطینیوں کے خلاف قابض اسرائیلی دشمن کی انتقامی کارروائیاں شدت اختیار کر گئی ہیں، جہاں ایک عسکری چیک پوسٹ کے قریب فائرنگ کی کارروائی کے بعد الخلیل شہر اور قصبہ حلحول پر محاصرہ قائم کر دیا گیا ہے اور مکانات کی مسماری سمیت رہائشیوں کو ان کے علاقوں سے بے دخل کرنے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔

برطانوی اخبار 'دی گارڈین' کی جانب سے نمایاں کی جانے والی ان کارروائیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ قابض دشمن اس فائرنگ کے واقعے کو اجتماعی سزا کے دائرے کو وسعت دینے اور فلسطینی آبادی والے علاقوں کو نشانہ بنانے کے لیے بطور بہانہ استعمال کر رہا ہے، جب کہ ساتھ ہی ساتھ مغربی کنارے میں ایک وسیع فوجی آپریشن شروع کرنے کی دھمکیوں میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ اخبار نے رپورٹ کیا ہے کہ قابض دشمن کے وزیراعظم بنیامن نتن یاھو نے الخلیل اور اس کے قریبی قصبے حلحول پر محاصرہ نافذ کرنے کا اعلان کیا ہے، اور اس فائرنگ کی کارروائی کو انجام دینے والے دونوں افراد سے تعلق رکھنے والے محلوں کے رہائشیوں کو ان کے گھروں سے بے دخل کرنے اور فلسطینی عمارتوں کو بڑے پیمانے پر مسمار کرنے کی دھمکی دی ہے۔

فائرنگ کا واقعہ پیش آنے کے چند ہی گھنٹوں کے اندر مسماری کی کارروائیاں شروع کر دی گئیں، جب کہ منگل کے روز ہونے والے انتخابات سے قبل انتخابی مہم میں مصروف قابض حکومت کے کئی وزرا فائرنگ کے مقام پر پہنچے۔ ایک اہم اور نمایاں پیش رفت میں قابض دشمن کے انتہا پسند وزیر مالیات بزلیل سموٹریچ نے ایک ویڈیو کلپ شائع کیا جس میں وہ اس جھڑپ کے مقام کے قریب ایک بلڈوزر کے سامنے کھڑا دکھائی دے رہا ہے، جو ایک فلسطینی گھر کو مسمار کر رہا تھا، جب کہ اس نے اعلان کیا کہ یہ مسماری سزا کے طور پر کی جا رہی ہے، اس نے اس بات کا کوئی ثبوت فراہم نہیں کیا کہ مکان کے مالکان کا اس فائرنگ کی کارروائی سے کوئی تعلق تھا۔

مسماری کا کام شروع ہونے کے کچھ ہی دیر بعد حقوقِ انسانی کے وکیل محمد دحلہ کی جانب سے دو قریبی فیکٹریوں کے مالکان کی طرف سے دائر کردہ ایک اضطراری درخواست پر قابض اسرائیل کی اعلیٰ ترین عدالت نے ان کارروائیوں کو عارضی طور پر روکنے کا حکم جاری کر دیا۔ درخواست میں اس بات پر زور دیا گیا کہ مسماری کی یہ کارروائیاں بین الاقوامی قانون کی شدید خلاف ورزی ہیں جو اجتماعی سزا پر قدغن لگاتا ہے، یہ قابض کے اپنے انتظامی قانون کے بھی خلاف ورزی ہے۔

دی گارڈین نے دحلہ کا یہ بیان نقل کیا کہ الخلیل میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ غزہ کی پٹی میں استعمال ہونے والے اسرائیلی ہتھکنڈوں کو مقبوضہ مغربی کنارے کے اندر دہرانے کی ایک کوشش ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ قابض دشمن پورے کے پورے علاقوں کو نقشے سے مٹانے کے درپے ہے، بالکل ویسے ہی جیسے اس نے غزہ اور مغربی کنارے کے پناہ گزین کیمپوں میں کیا۔

اجتماعی سزا پر اسرائیلی اعترافات

قابض اسرائیل کے سرکردہ اسرائیلی حقوقِ انسانی کے وکیل مائیکل سفاڈ نے سموٹریچ کے اس ویڈیو کلپ کو اس بات کا کھلم کھلا اعتراف قرار دیا کہ مسماری کی کارروائیوں کو اجتماعی سزا کے ایک حربے کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے اس بات کی نشاندہی کی کہ قابض حکام ہمیشہ سے ہی اس قسم کی سفاکانہ کارروائیوں کے جواز کے لیے نام نہاد ڈر اور خوف کی پالیسی کو بطور بہانہ استعمال کرتے آئے ہیں۔ اسی سیاق و سباق میں قابض کے وزیرِ دفاع یسرائیل کاٹز نے مزید مسماری اور زبردستی بے دخلی کی کارروائیاں انجام دینے کا عزم ظاہر کیا ہے اور انہوں نے غزہ اور جنین پناہ گزین کیمپ کے اسرائیلی تجربات کا حوالہ دیا، جہاں تقریباً 20 ہزار فلسطینیوں کو زبردستی اپنے گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔

کاٹز نے کہا کہ جسے وہ 'جنین کیمپ ماڈل' کا نام دیتے ہیں، وہ اب الخلیل تک پہنچے گا، اور انہوں نے پورے محلوں کو ان کے رہائشیوں سے خالی کروانے کی دھمکی دی، بالکل اسی طرح جیسے غزہ اور لبنان میں کیا گیا۔

دوسری طرف بنیامن نتن یاھو نے اعلان کیا کہ سنہ 1967ء کے بعد سے مغربی کنارے میں سب سے بڑے فوجی آپریشن کی منصوبہ بندی کی جا رہی ہے، جب کہ الخلیل میں مسماری اور زبردستی بے دخلی کے دائرے کو وسعت دینے کا اشارہ دیا گیا ہے، اور ساتھ ہی مقبوضہ مغربی کنارے میں یہودی آباد کاروں کی نئی توسیعی سکیموں پر کام تیز کیا جا رہا ہے۔

نیتن یاھو نے اس عسکری آپریشن کے آغاز کے لیے کسی حتمی تاریخ کا تعین تو نہیں کیا، لیکن اس بات کی تائید کی کہ اسے بعد میں لازماً انجام دیا جائے گا۔

واضح رہے کہ الخلیل مقبوضہ مغربی کنارے کا سب سے بڑا فلسطینی شہر ہے جس کی آبادی 250 ہزار کے قریب ہے، اور اسی وجہ سے وسیع محاصرے اور رہائشیوں کی زبردستی بے دخلی کی اسرائیلی دھمکیاں ممکنہ انسانی تباہی کے حوالے سے انتہائی تشویش کا باعث بنی ہوئی ہیں۔

میدانی تصادم اور صحافیوں کو نشانہ بنانا

اخبار کی رپورٹ میں قابض کے موقف کے مطابق بتایا گیا ہے کہ یہ کارروائی دو نوجوانوں نے انجام دی جو ایک ایسی گاڑی میں سوار تھے جس پر اسرائیلی نمبر پلیٹیں لگی ہوئی تھیں۔ الخلیل کے باہر ایک ملٹری چیک پوسٹ پر جب فوجیوں نے انہیں روکا تو انہوں نے فائرنگ کر دی، جس کے بعد تقریباً 20 منٹ تک جاری رہنے والی مسلح جھڑپ کے نتیجے میں دونوں نوجوانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اخبار نے مزید اشارہ کیا کہ فرانسیسی پریس ایجنسی (اے ایف پی) کا ایک فوٹو گرافر جو ایک دوسری اسائنمنٹ کے سلسلے میں جا رہا تھا، اس نے اس مسلح جھڑپ کو دیکھا اور اس کی عکس بندی کی، جس کے بعد اسے سرکردہ اسرائیلیوں کی طرف سے لگائے جانے والے الزامات اور سازشی نظریات کی مہم کا نشانہ بنایا گیا، جنہوں نے بغیر کسی ثبوت کے یہ دعویٰ کیا کہ اس فوٹو گرافر کا تعلق ان شہید نوجوانوں سے تھا۔ فارن پریس ایسوسی ایشن نے ان بے بنیاد دعووں پر شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے انہیں انتہائی خطرناک اور توہین آمیز قرار دیا، اور اس بات کی تصدیق کی کہ وہ فوٹو گرافر ایک پیشہ ور صحافی تھا جو محض اپنی ذمہ داری نبھا رہا تھا اور اپنے سامنے پیش آنے والے واقعات کو کیمرے کی آنکھ سے محفوظ کر رہا تھا۔ یہ واقعہ اس واقعے کے ایک ہفتے بعد سامنے آیا ہے جس میں خاتون فوٹو گرافر ہیڈی لیون اس وقت شدید زخمی ہو گئی تھیں جب مقبوضہ مغربی کنارے میں زیتون کی فصل چننے کی کوشش کرنے والے فلسطینیوں پر یہودی آباد کاروں کی غنڈہ گردی اور حملوں کی کوریج کے دوران ان پر حملہ کیا گیا تھا۔

دی گارڈین نے اس بات کو بھی نمایاں کیا ہے کہ مقبوضہ قطاع غزہ پر دشمن کی نسل کشی کی جنگ کے آغاز، یعنی سات اکتوبر سنہ 2023ء سے اب تک مقبوضہ مغربی کنارے میں یہودی آباد کاروں کے غصب، سفاکیت اور زبردستی بے دخلی میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔

رواں سال کے آغاز سے مقبوضہ مغربی کنارے میں 106 معیاری مزاحمتی کارروائیاں

غزہ: مرکز معلومات فلسطین 'معطی' نے رواں سال سنہ 2026ء کے آغاز سے مقبوضہ مغربی کنارے میں 106 معیاری مزاحمتی کارروائیاں انجام دیے جانے کا احاطہ کیا ہے، جن کے نتیجے میں 6 قابض اسرائیلی ہلاک اور 87 دیگر زخمی ہوئے۔ ان اعداد و شمار کی تفصیلات مرکز کی جانب سے شائع کردہ رپورٹ میں سامنے آئی ہیں۔ صفا نیوز ایجنسی کی فراہم کردہ تفصیلات کے مطابق یہ مزاحمتی کارروائیاں 13 فائرنگ کے واقعات، 11 بم دھماکوں، 11 گاڑیاں چڑھانے کی کارروائیوں اور 9 چاقو زنی کی کارروائیوں پر مشتمل تھیں۔ ان کارروائیوں میں 56 تباہ کاری و ناکارہ بنانے کی کارروائیاں، ایک ڈرون طیارہ گرانے کی کارروائی اور 5 نذرِ آتش کرنے کی کارروائیاں بھی شامل تھیں۔ یہ اعداد و شمار ایک ایسے وقت میں سامنے آئے ہیں جب مقبوضہ مغربی کنارے میں میدانی کشیدگی مسلسل بڑھ رہی ہے، اور مختلف گورنریوں میں قابض اسرائیلی افواج اور یہودی آباد کاروں کے مظالم کا سلسلہ جاری ہے، جس کے جواب میں فلسطینی مزاحمتی کارروائیاں بھی رجسٹر کی جا رہی ہیں۔

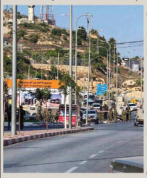

الخلیل محاصرے اور جبری نقل مکانی کی زد میں، 250 خاندان گھر چھوڑنے پر مجبور، نقل مکانی میں اضافے کا خدشہ

غزہ (ایجنسی): قابض اسرائیلی فوج نے مقبوضہ مغربی کنارے کے جنوب میں واقع شہر الخلیل میں ہفتے کے روز اپنی وسیع عسکری کارروائی جاری رکھی اور شہر کے گرد و نواح، داخلی راستوں اور شاہراہوں پر شدید محاصرہ مسلط کر رکھا ہے۔ اس دوران فلسطینی خاندانوں کو جبری طور پر گھروں سے بے دخل کرنے، چھاپے مارنے، گرفتاریاں کرنے، تنصیبات مسمار کرنے اور گھروں کو فوجی چوکیوں میں تبدیل کرنے کے اقدامات کیے گئے ہیں، جن سے شہریوں کی نقل و حرکت معطل ہو کر رہ گئی اور تجارتی و معاشی زندگی کا بڑا حصہ مفلوج ہو گیا ہے۔

مقامی تخمینوں کے مطابق الخلیل کے علاقوں فرش الھوی اور ابو کتیلہ میں تقریباً 250 فلسطینی خاندانوں کو اپنے گھر خالی کرنے پر مجبور کیا گیا ہے، جبکہ قابض فورسز نے الجلدہ اور عین دیر بح کے علاقوں میں درجنوں شہریوں کو اپنے مکانات چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اس کے علاوہ سینکڑوں دیگر خاندانوں کو بھی جبری نقل مکانی کی دھمکیوں کی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔ فوجی کارروائی کے جاری رہنے اور زمینی کارروائیوں کا دائرہ پھیلنے کے باعث عملاً اپنے گھروں سے ہجرت کرنے والے خاندانوں کی حتمی تعداد تا حال واضح نہیں ہو سکی ہے۔

بندوق کے سائے میں انخلا اور املاک پر پابندیاں

قابض فورسز نے جن خاندانوں کو گھر چھوڑنے پر مجبور کیا، انہیں اپنا سامان سمیٹنے کے لیے انتہائی محدود وقت دیا اور ساتھ لے جانے والی اشیا پر بھی کڑی پابندیاں عائد کیں۔ مقامی رپورٹس اور بیانات کے مطابق الخلیل کے مختلف علاقوں میں ہر خاندان کو صرف ایک کپڑوں کا تھیلا ساتھ لے جانے کی اجازت دی گئی، جبکہ مکینوں کو اپنی گاڑیاں ساتھ رکھنے یا دیگر املاک باہر نکالنے سے روک دیا گیا۔ اس صورتحال نے خاندانوں کو جلد بازی میں گھر چھوڑنے پر مجبور کر دیا، اور وہ اپنے پیچھے فرنیچر، سامان اور روزگار کے ذرائع چھوڑنے پر بے بس ہو گئے۔

الجلدہ اور عین دیر بحہ کے علاقوں میں قابض فورسز نے ہفتے کی تڑکے فوجی گاڑیوں اور بلڈوزروں کی مدد سے رہائشی محلوں پر دھاوا بولا اور خاندانوں کو کھلے آسمان تلے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ اس دوران درجنوں شہریوں کو حراست میں لے کر ان سے میدانی تفتیش کی گئی، جن میں سے کچھ کو بعد میں رہا کر دیا گیا۔ الخلیل میں آل تمیمی کے بزرگ الحاج حجازی شاور التمیمی نے بتایا کہ قابض فورسز نے اس علاقے کے مکینوں کو انخلا کا حکم دیا جہاں وہ مقیش ہیں، اور ان کے اندازے کے مطابق اس علاقے میں تقریباً 000,350 شہری آباد ہیں جو کہ الخلیل کی کل آبادی کا ایک تہائی بنتے ہیں۔

الحاج حجازی نے ایک پریس بیان میں واضح کیا کہ قابض فورسز نے خاندانوں کو اپنے گھر چھوڑنے کے لیے انتہائی قلیل مہلت دی اور انہیں صرف چند تھیلے اور بنیادی کاغذی دستاویزات ساتھ لے جانے کی اجازت دی گئی۔ انہوں نے بتایا کہ مکینوں کو بندوق کے سائے میں گھر چھوڑنے پر مجبور کیا گیا، اور انخلا کے لیے کچھ لوگوں پر تشدد بھی کیا گیا۔

انہوں نے اس واقعے کو جبری نقل مکانی قرار دیا جس کا انہوں نے پوری زندگی میں کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا اور قابض اسرائیل کے ان اقدامات کو الخلیل کے عوام کے خلاف اجتماعی سزا اور انتقام قرار دیا، کیونکہ فائرنگ کے واقعے میں ملوث افراد کا تعلق اسی شہر سے تھا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ بے قصور عوام پر دوسروں کے افعال کا بوجھ ڈالنے کے بجائے اسرائیلی پالیسیوں اور مظالم کا محاسبہ کیا جانا چاہیے۔

گھروں کی مسماری اور رہائش گاہوں کو فوجی چوکیوں میں تبدیلی

عسکری کارروائی صرف گھروں کے انخلا اور تلاشی تک محدود نہیں رہی، بلکہ اس کا دائرہ رہائشی، تجارتی اور صنعتی تنصیبات کی مسماری اور فلسطینیوں کے مکانات پر قبضہ کر کے انہیں عسکری چوکیوں میں تبدیل کرنے تک پھیل گیا۔ فرش الھویٰ کے علاقے میں قابض فورسز نے تین اپارٹمنٹس پر مشتمل ایک رہائشی عمارت مسمار کر دی اور علاقے کا مرکزی راستہ بند کر دیا۔ ادھر مکینوں نے بتایا کہ کئی ایسے مکانات، دکانیں اور صنعتی و تجارتی تنصیبات بھی خالی کرائی گئی ہیں جن کے مالکان نے مسماری یا قبضے کے ڈر سے جلدی جلدی اپنا سامان منتقل کرنا شروع کر دیا۔

قابض فورسز نے شہر کے مختلف محلوں میں متعدد مکانات پر قبضہ کر کے انہیں فوجی چوکیوں اور ہیڈ کوارٹر میں تبدیل کر دیا اور ان کی چھتوں پر اسرائیلی پرچم لہرا دیے۔ یہ منظر ان فورسز کی طرف سے رہائشی علاقوں کی ماہیت اور ان کے استعمال میں لائے جانے والے زبردستی کے بدلاؤ کی عکاسی کرتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی قابض بلڈوزروں نے املاک اور عمارتوں کو گرانے اور زمین ہموار کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا، جبکہ رہائشی محلوں اور گرد و نواح میں چھاپوں اور تلاشی کا عمل بھی جاری رہا۔ یاد رہے کہ جمعہ کے روز قابض فورسز نے فائرنگ کے واقعے کے قریب واقع 'امریش' خاندان کی ایک تین منزلہ رہائشی عمارت کو بھی مسمار کر دیا تھا، جسے مسمار کرنے سے کچھ دیر قبل ہی زبردستی خالی کرا لیا گیا تھا۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق اس عمارت کو گرانے کا نوٹس عسکری کارروائی سے کئی ماہ قبل ہی جاری کر دیا گیا تھا، جس کی بنیاد غیر قانونی تعمیر بتائی گئی تھی۔

شہر کا محاصرہ اور شہریوں کی زندگی مفلوج

جمعہ کی دوپہر سے قابض فورسز نے الخلیل پر سخت ترین لاک ڈاؤن نافذ کر رکھا ہے، شہر کے داخلی راستوں اور قصبوں، دیہات اور قریبی کیمپوں کو ملانے والی مرکزی شاہراہوں کو بند کر دیا گیا ہے۔ اس دوران فوجی گاڑیوں کی بھاری نفری تعینات کی گئی اور ناکے لگائے گئے، جس کی وجہ سے گاڑیوں کی قطاریں لگ گئیں، شہریوں کی نقل و حرکت معطل ہو گئی اور وہ معمول کے مطابق شہر میں داخل یا باہر جانے سے قاصر ہو گئے۔

الخلیل کے میئر یوسف الجعبری نے بتایا کہ شہر کو درجنوں فوجی گاڑیوں اور بکتر بند گاڑیوں کے ذریعے مکمل طور پر گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قابض فورسز لوگوں کی آمد و رفت روک رہی ہیں اور درجنوں بلڈوزروں کی مدد سے مکانات اور دکانوں کی بڑے پیمانے پر مسماری کی جا رہی ہے۔

اس سخت بندش کے ماحول میں شہریوں کو اپنی گاڑیاں چھوڑ کر پیدل سفر کرنے پر مجبور ہونا پڑا، جبکہ تجارتی اور معاشی سرگرمیاں رک گئیں اور مکینوں کے لیے ہسپتالوں اور بنیادی خدمات سمیت اپنی معمول کی منزلوں تک پہنچنا ناممکن ہو گیا۔

اس محاصرے کے انسانی اثرات اس وقت کھل کر سامنے آئے جب کینسر میں مبتلا 11 سالہ بچی کو کار کے ذریعے رسائی ناممکن ہونے پر ایک بند دروازے کو پیدل عبور کر کے دورہ ہسپتال میں اپنے طبی معائنے کے لیے پہنچنا پڑا۔ یہ واقعہ عسکری پابندیوں کے مریضوں اور بچوں پر مرتب ہونے والے براہ راست اثرات کو ظاہر کرتا ہے، جہاں بات صرف شہریوں کی نقل و حرکت میں تاخیر تک محدود نہیں رہتی بلکہ ان کی بروقت علاج اور طبی دیکھ بھال تک رسائی بھی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔

اسی دوران قابض فورسز نے الخلیل گورنری میں کم از کم 13 فلسطینیوں کو گرفتار کر لیا اور درجنوں دیگر کو حراست میں لے کر میدانی تفتیش کا نشانہ بنایا، جبکہ مقبوضہ مغربی کنارے کے دیگر قصبوں اور علاقوں میں بھی چھاپوں کا سلسلہ جاری رہا۔

دو اسرائیلی فوجیوں کی ہلاکت کے بعد عسکری کارروائی

یہ تمام پیش رفت جمعہ کی صبح الخلیل کے گرد و نواح میں ایک اسرائیلی فوجی اڈے پر ہونے والی فائرنگ کی کارروائی کے بعد سامنے آئی، جس کے نتیجے میں اطلاعات کے مطابق دو اسرائیلی فوجی ہلاک اور کئی دیگر زخمی ہو گئے، جبکہ کارروائی میں حصہ لینے والے دونوں فلسطینی نوجوان قابض فورسز کی فائرنگ سے شہید ہو گئے۔ رپورٹس میں تین فوجیوں کے زخمی ہونے کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ کچھ دیگر ذرائع کے مطابق چار فوجی زخمی ہوئے ہیں۔ مقامی ذرائع کا کہنا ہے کہ وہاں تقریباً بیس منٹ تک مسلح جھڑپ جاری رہی جو دونوں نوجوانوں کی شہادت پر اختتام پذیر ہوئی۔ اس کارروائی کے بعد قابض فورسز نے اس علاقے میں وسیع عسکری مہم شروع کرنے کا اعلان کیا جہاں سے حملہ آور روانہ ہوئے تھے، جس میں گھروں پر چھاپے، تلاشی اور میدانی تفتیش کے ساتھ ساتھ سیکیورٹی حصار کو سخت کرنا اور شہریوں کی نقل و حرکت پر پابندیاں عائد کرنا شامل ہے۔ قابض فوج کا کہنا ہے کہ یہ کارروائی کئی دنوں تک جاری رہ سکتی ہے، جبکہ زمینی اقدامات کے ساتھ ساتھ ان رہائشی محلوں کو خالی کرنے اور ایسی عمارتیں مسمار کرنے کی دھمکیاں بھی دی جا رہی ہیں جن کے بارے میں اسرائیلی حکام کا دعویٰ ہے کہ ان کا تعلق اس حملے سے ہے۔ تاہم ان اقدامات کا دائرہ کار صرف مشتبہ افراد کے تعاقب اور گھروں کی تلاشی تک محدود نہیں رہا، بلکہ اس میں فلسطینی خاندانوں کو ان کے مسکنوں سے بے دخل کرنا، تنصیبات مسمار کرنا، راستوں اور داخلی راستوں کو بند کرنا اور گورنری کے وسیع علاقوں میں شہریوں کی زندگی کو معطل کرنا بھی شامل ہے۔

بے گھر خاندانوں کے لیے ہنگامی پناہ کا منصوبہ

نقل مکانی کے عمل کے جاری رہنے کے دوران الخلیل میونسپلٹی نے بے گھر ہونے والے خاندانوں اور پھنسے ہوئے شہریوں کی مدد کے لیے ایک ہنگامی منصوبے کے نفاذ کا اعلان کیا ہے اور ان لوگوں کے لیے رہائش اور استقبال کے انتظامات کی کوششیں شروع کر دی ہیں جنہیں اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ اس کے علاوہ فلسطینی خاندانوں نے بھی اپنے دروازے دوسرے متاثرہ خاندانوں کے لیے کھول دیے ہیں تاکہ ایسے لوگوں کو عارضی پناہ فراہم کی جا سکے جو اپنے گھروں میں رہنے یا وہاں واپس جانے کی سکت کھو چکے ہیں۔ اپنے گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہونے والے خاندانوں کو اپنے مسکنوں اور املاک کے مستقبل کے حوالے سے بڑھتے ہوئے خدشات کا سامنا ہے، بالخصوص مسماری کے جاری سلسلے، مکانات پر قبضے، بعض کو فوجی چوکیوں میں بدلنے، اور آپریشن کے خاتمے یا شہریوں کی اپنے محلوں میں واپسی کی غیر یقینی صورتحال کے پیشِ نظر یہ تشویش مزید گہری ہو گئی ہے۔

سخت محاصرے کے باعث کاروباری اور صنعتی سرگرمیاں ٹھپ ہونے، دکانوں اور تنصیبات کے مالکان کو ہونے والے نقصانات، اور شہریوں کے لیے نقل و حرکت نیز بنیادی خدمات تک رسائی کی مشکلات نے ان خدشات کو اور بڑھا دیا ہے۔

وسیع پیمانے پر جبری نقل مکانی اور اجتماعی سزا کا خدشہ

یہ انخلا، مسماری اور محاصرے کے اقدامات شہریوں پر عائد کردہ فوجی پابندیوں اور فائرنگ کے واقعے کے بعد قابض فورسز کی طرف سے شروع کی گئی کارروائی کی نوعیت کے درمیان تناسب کے حوالے سے سنجیدہ سوالات کو جنم دیتے ہیں۔ اسرائیلی حکام جہاں اپنی اس مہم کو ایک سیکیورٹی اقدام قرار دیتے ہیں جس کا ہدف وہ علاقہ ہے جہاں سے حملہ آور نکلے تھے، وہیں فلسطینیوں کا ماننا ہے کہ خاندانوں کو گھر خالی کرنے پر مجبور کرنا، املاک ساتھ لے جانے سے روکنا، مریضوں اور بچوں کی زندگی اجیرن بنانا، اور مکانات پر قبضہ کر کے انہیں فوجی کیمپوں میں تبدیل کرنا مشتبہ افراد کے تعاقب سے بہت آگے بڑھ کر پوری آبادی اور ان کے روزگار کے ذرائع کو اجتماعی سزا دینے کے مترادف ہے۔ اہل علاقہ خبردار کرتے ہیں کہ ان اقدامات کا تسلسل جبری نقل مکانی کے دائرے کو مزید وسیع کر سکتا ہے، خصوصاً دیگر محلوں کو خالی کرنے کی دھمکیوں اور مسماری و تلاشی کے جاری عمل کی وجہ سے، جس سے گورنری میں انسانی اور معاشی صورتحال ابتر ہو جائے گی۔ یہ تمام تبدیلیاں مقبوضہ مغربی کنارے میں فلسطینیوں کی نقل و حرکت پر عائد پابندیوں، چھاپوں اور گرفتاریوں میں اضافے کے تناظر میں سامنے آ رہی ہیں، جبکہ دوسری جانب شہریوں اور ان کی املاک پر یہودی آباد کاروں کے حملے بھی تسلسل کے ساتھ جاری ہیں۔

الخلیل میں جاری کارروائی کے ساتھ ساتھ اسرائیلی چھاپوں کا دائرہ مغربی کنارے کے مختلف حصوں میں 26 مقامات تک پھیل گیا، جن میں شہر، قصبے اور پناہ گزین کیمپ شامل ہیں، جہاں گھروں میں گھس کر تلاشی لی گئی اور گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں۔ اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور ہونے والے خاندان فی الحال ایک غیر یقینی مستقبل کے سامنے کھڑے ہیں، جو عسکری کارروائی کے خاتمے اور اپنے گھروں کو لوٹنے کی امید کے ساتھ اس خوف میں مبتلا ہیں کہ کہیں انہیں اپنے گھر مسمار شدہ یا قابضین کے تسلط میں نہ ملیں۔ دریں اثنا سخت محاصرے کے ماحول میں پناہ کی یہ کوششیں روزمرہ زندگی کو مفلوج کیے ہوئے ہیں اور الخلیل میں انسانی بحران کو گہرا کر رہی ہیں۔

روزنامہ صحافت اردو ویب ایڈیشن برمنگھم (یو. کے.) کو پبلشر نغمہ امیر نے ٹیڈنگٹن گرو پیری بار برمنگھم بی-42 آئی آر جی یو. کے. سے شائع کیا۔ پروپرائٹر و گروپ ایڈیٹر: امان عباس، ریزیڈینٹ ایڈیٹر: امیر مہدی، بیورو چیف: نغمہ امیر، ای میل: Naghmaamir@rediffmail.com، موبائل نمبر: 386368 7897 44+

قارئین کو مشورہ: ”صحافت“ میں چھپے ہوئے مضامین اور مراسلات میں ظاہر کئے گئے خیالات سے ایڈیٹر، نیوز ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر کا متفق اور جواب دہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ صحافت میں شائع ہونے والے کسی بھی اشتہار کے مواد اور دعووں کے بارے میں ادارہ صحافت ذمہ دار نہیں ہوگا، اس کی کل ذمہ داری اشتہار دہندہ کی ہوگی۔